عالم اسلام ....جدیدیت وروایت کی کشمکش

قرنِ اول سے عہد حاضر تک

[آخری قسط]

(۳)

مرکز تحقیقات قرآنیہ وادارہ طلوع اسلام، ڈائریکٹر غلام احمد پرویز،

بی/۱۵۰، پی ای سی ایچ ایس، کراچی

محترمی شاہ صاحب السلام علیکم۔ لغت کے چند ابتدائی اوراق حاضر خدمت ہیں۔ یہ اوراق یہاں ایک صاحب نے دیکھے تھے۔ سرخ روشنائی میں کہیں کہیں ان کے ریمارکس ہیں۔ اس سلسلہ میں ضروری امور یہ ہیں کہ:

۱) اس میں ایک حصہ وہ ہے جس کا تعلق صرف لغت سے ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں میں نے لغوی معانی کی روشنی میں قرآن کی آیات کا مفہوم متعین کیا ہے جہاں تک پہلے حصہ کا تعلق ہے اس کا مدار سند پر ہے [سند میں میں نے لغت کی بعض مستند کتابوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ ان سب کے حوالے ساتھ دیئے گئے ہیں] اس حصہ میں تو صرف اتنا دیکھنا ہے کہ کہیں لغوی سقم تو نہیں رہ گیا۔

دوسرا حصہ استنباطی ہے اور میرا اپنا۔ یہ تو ضروری نہیں کہ کوئی شخص اس حصہ سے کاملۃً متفق ہو۔ لیکن اس میں دیکھنا یہ ہوگا کہ کسی مقام پر لغت یا نحو سے بعد تو نہیں ہوگیا۔

۲۔ لغت میں میرے پیش نظر حصر یا استقصا نہیں تھا۔ میں نے صرف اس حد تک معانی دیئے ہیں جس حد تک ان کا استعمال قرآن میں آیا ہے اس لیے اگر کسی لفظ کے استعمال کے بعض پہلو مسودہ میں دکھائی نہ دیں تو یہ سمجھ لیا جائے کہ ایسا دانستہ کیا گیا ہے۔ البتہ اگر کوئی پہلو ایسا ہو جس کا استعمال قرآن میں آیا ہے اور وہ لکھنے سے رہ

گیا ہو تو اسے بڑھا دیا جائے۔

۳۔آپ اس مسودہ میں ترمیم، تنسیخ، چک، اضافہ، ریمارکس، سب کچھ کر سکتے ہیں۔[بہتر ہو کہ جو کچھ لکھیں سرخ روشنائی سے لکھیں اور پہلے سرخ روشنائی میں ریمارکس کاٹ دیں]۔

۴۔اسے اس نگاہ سے دیکھئے کہ مخالفین کے سامنے جائے تو وہ (لغات قرآن) سے بے شک اختلاف کریں لیکن کسی علمی سقم کی گنجائش نہ پاسکیں۔

۵۔میں ۲۹ر دسمبر کو لاہور آ رہا ہوں۔آپ اس وقت تک ان صفحات کو دیکھ لیں۔اس کے بعد کا حصہ میں اپنے ساتھ لے آؤں گا۔اس وقت تمام باتیں تفصیل سے کر لی جائیں گی۔

۶۔اگر آپ ''اپنوں میں سے'' کسی سے کسی نکتہ کی بابت مشورہ کرنا چاہیں تو اپنے طور پر کر لیں۔مسودہ کو اپنے پاس امانت سمجھیں۔لاہور میں اس کے متعلق چرچا نہ ہونے پائے۔وہاں بہت سے لوگوں کی اس پر نگاہیں ہیں۔والسلام

پرویز

۱۶۔۱۲۔۵۷

مکرر، ابھی ابھی آپ کا خط ملا ہے، شکریہ۔آج کل یہاں ایک بنگالی قابو آیا ہوا ہے۔ظالم اس قدر پر تاثیر گاتا ہے کہ پورا وقت آپ کی کمی محسوس ہوتی رہی ہے۔

(۴)

محترمی شاہ صاحب، السلام علیکم، گرامی نامہ ملا۔کل لغات کے مسودہ کا ایک اور جزو بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کیا جا چکا ہے۔امید ہے کل تک آپ کو مل جائے گا۔میں اب مسودے جلدی جلدی بھیجتا جاؤں گا اور واپس منگانے کا انتظام بھی کرا لوں گا۔

۲) یہ ''بستان'' حضرات ادب ولغت کے معاملے میں بہت آگے نظر آتے ہیں۔میرے پاس پطرس بستان کا لغت موجود ہے۔اسے میں نے بہت عمدہ پایا ہے۔اس کا دائرۃ المعارف بھی مشہور ہے۔اب آپ نے عبداللہ بستان کے لغت کا ذکر کیا ہے۔اسے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا اور مقدمہ کی ترتیب میں اس سے کام لوں۔جہاں تک اصل لغت کا تعلق ہے اس میں اب مزید اضافوں کی ضرورت نظر نہیں آتی۔

۳۔ اصلاحی صاحب کو میں نے اپنے ہاں قیام کی دعوت دے دی تھی۔ان کا جواب نہیں آیا۔کل کمیشن کی میٹنگ ہے اس میں ان سے دریافت کروں گا۔میں نے اختلاف رائے کو کبھی انسانی روابط کے راستے میں حائل

نہیں ہونے دیا۔ میرے تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی بہت عمدہ مراسم رہے ہیں۔ ہندوستان میں کئی ہندوؤں نے مجھے اپنے بچوں کا نگراں (Godfather) بنا رکھا تھا۔ لیکن جن لوگوں کے متعلق مجھے یقین ہو جائے کہ وہ دین کے ذریعے دکانداری کرتے ہیں، دین کے معاملہ میں ان سے مفاہمت نہیں کرتا اور کبھی نہیں کرتا، اصلاحی صاحب کے متعلق میرا ایسا گمان ہے۔ وہ جماعت اسلامی میں معاش کی تلاش میں ضرور پہنچے تھے لیکن انھوں نے دکانداری نہیں کی۔ میں نے ان کے خلاف آج تک کوئی نامناسب لفظ نہیں لکھا نہ کبھی میری طرف سے ایسا ہوگا۔

اتواری برادری ہمیشہ آپ کو یاد کرتی رہتی ہے اور سلام کہتی ہے۔ وہ مومنہ بچی جو اپنی محبت سے پاس بلانا چاہتی ہے دعاؤں سے اس سے ہمارا سلام کہیے۔ رسماً تو اس سے دعا کہنا چاہیے لیکن وہ دعاؤں کی حد سے بہت آگے ہے اس لیے اسے سلام ہی کہنا چاہیے۔

والسلام

پرویز

۲۹/۱

مکرر میں نے اپنے ایک عزیز خورشید احمد کو لکھا ہے کہ وہ آپ سے لغت کا مسودہ لے جایا کرے۔ اس کے پاس یہ کارڈ دیکھ لیں اور مسودہ دے دیں۔ انتظام اچھا رہے گا وہ کوارٹروں میں رہتا ہے۔

پرویز

۲۹/۱

(۵)

محترمی شاہ صاحب، السلام علیکم

آپ کا گرامی نامہ ابھی ابھی ملا۔ اور اسی وقت جواب لکھ رہا ہوں اس لیے کہ اس سے میرے دل پر جو ایک ذرا سا بوجھ آ گیا ہے چاہتا ہوں کہ وہ ابھی دور ہو جائے۔

۲) میں نے پہلے بھی اور اپنے سابقہ خط میں بھی جو رائے مشورہ عرض خدمت کی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ آپ جو کچھ لکھتے ہیں وہ سب عقیدتاً نہیں لکھتے بلکہ مصلحتاً اور سیاستاً بھی لکھتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ نے اب تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے افکار اور قلم پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں تو یہ امر موجب مسرت و اطمینان ہے۔ میری حقیر رائے کا مفہوم بھی یہی تھا کہ آپ جو کچھ دینیات سے متعلق لکھیں آزادانہ لکھیں۔

آپ نے یہ غلط سمجھا کہ جن امور میں آپ مجھ سے اختلاف رکھتے ہیں ان کی بابت میری یہ رائے ہے کہ آپ ادارہ کی مصلحتوں کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ مجھ پر کون سی وحی نازل ہوئی ہے جو کوئی شخص مجھ سے آزادانہ

اختلاف رکھنے کا مجاز نہیں قرار پا سکتا؟ بہرحال یہ تھا وہ بوجھ جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے مجھے امید ہے کہ میری غلط فہمی سے اگر کوئی بات آپ کے لیے وجہ کبیدگی ہوگئی ہو تو آپ پہلے درگزر فرمائیں گے۔ دوست اور آپ جیسے دوست کے لیے کسی نوعیت سے بھی باعث کبیدگی بن جانا میرے ''مذہب'' میں حرام ہے۔

لغات القرآن کا مقدمہ میں نے ابھی نہیں لکھا۔ میں عادتاً اپنی کتابوں کا مقدمہ ان کی طباعت کے وقت لکھا کرتا ہوں۔ لغات کے مسودہ میں ضروری ترمیمات اور اضافے ہو رہے ہیں۔ صاف ہو جانے پر کچھ ورق ارسال خدمت ہوں گے۔ میں Colloquim میں شرکت کے لیے ۹/دسمبر تک لاہور پہنچ رہا ہوں۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ غالباً آپ بھی اس میں کوئی پرچہ پڑھ رہے ہیں۔ یہ خبر مسرت افزاء ہے احباب سلام کہتے ہیں اور بہت کچھ آپ کا انتظار کر رہا ہے۔

والسلام

پرویز

۱۱/۱۲

(۶)

محترمی شاہ صاحب! اسلام علیکم!

رسید پہلے لکھ چکا، ''رسیدا'' اب بھیجتا ہوں۔

ہم نے اپنے پرانے گھروں میں دیکھا کہ چالیس سال سے اوپر جا کر ''مرد کاسب'' (کمانے والا) کے لیے ہنڈیا الگ پکا کرتی تھی، اس وقت تو اس تمیزی برتاؤ کے خلاف جذبات ابھرتے تھے لیکن اب جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں بڑی مصلحت تھی۔ یہ بھی درحقیقت باقی افراد خانہ ہی کے حق میں تھا۔ ''مرد کاسب'' کو یقیناً اتنا ملنا چاہئے جس سے وہ جینے اور کمانے کے قابل رہے۔ اس کا التزام ضرور رکھیے۔ کتاب وسنت دونوں کے لحاظ سے یہ ضروری ہے۔

''الفتنہ الکبریٰ'' کے ترجمہ میں یہ شکل نہ تھی کہ مجھے اس کے بیچنے کی فکر تھی۔ میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید آپ کا ادارہ طٰہٰ حسین کی اور کتابوں کا ترجمہ بھی شائع کرنا چاہے گا تو اس صورت میں اسے کیا کرایا ترجمہ مل جائے گا اور معاوضہ بھی بہت کم دینا پڑے گا۔ شائع وہ بہرحال مترجم کے نام سے ہوگا۔ میں نے محض اس لیے کہا تھا کہ ہمارے ہاں اس کی اشاعت میں وقت لگ جائے گا۔ گر کر کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں۔

لغات القرآن میں آپ کا یا اپنوں میں سے کسی اور کے نام دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، نام دینے کا سوال صرف اس مصلحت کی بنا پر سامنے آیا تھا جس کا آپ نے ذکر کیا تھا۔ جب اس قسم کا آدمی نہیں مل سکا تو پھر

کسی کے نام دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ کو تکلیف دینے سے میرا مطلب اتنا ہی ہے کہ مجھے اس کا اطمینان ہو جائے گا کہ اپنوں میں سے کسی نے اسے ایک نظر دیکھ لیا ہے۔ بعینہٖ جس طرح کتاب کے پروف ایک سے زیادہ نگاہوں سے گزر جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے۔ اس میں جہاں تک لغت کا حصہ ہے وہ بڑی احتیاط سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں شاید ہی کوئی مقام تصحیح طلب نکلے باقی رہا اس کا قرآنی حصہ تو اس سے بالکلیہ شاید کوئی بھی متفق نہ ہو۔ اس میں میں اپنوں سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے ذہن میں کس قسم کے اعتراضات آتے ہیں۔

میں نے اس وضاحت کو اس لیے ضروری سمجھا ہے کہ آپ کے سامنے پوزیشن صاف ہو جائے۔ آئندہ ہفتہ مسودہ کے شروع کے چند اوراق بھیجوں گا۔ مقدمہ ابھی تک میں نے نہیں لکھا۔

۴) ضمناً علیم اللہ صدیقی صاحب نے النظم الاسلامیہ کا ترجمہ تو مدت ہوئی (ہندوستان سے) شائع کیا تھا۔ کیا اب اس مطبوعہ ترجمہ پر نظر ثانی کر رہے ہیں؟

۵) مولانا شمس الضحیٰ صاحب کے نام پرچہ جاری کرنے کے لیے کہہ دیا جائے گا۔

۶) سیرت نبوی پر آپ کا کچھ لکھنے کا خیال بہت مبارک ہے۔ لیکن (چوں کہ آپ میری بے باک جرأت کو قابل عفو قرار دے دیا کرتے ہیں اس لیے مشورۃً عرض کروں گا کہ آپ جب تک موجودہ ادارہ میں ہیں اگر آپ اپنے آپ کو ادبی قسم کی چیزوں تک محدود رکھ سکیں تو یہ بہتر ہوگا۔ ان چیزوں پر آپ صرف اس وقت لکھئے جب آپ بالکل آزادانہ قلم اٹھا سکتے ہوں۔ موجودہ حالات میں آپ کو ان موضوعات پر جو کچھ لکھنا پڑتا ہے اس میں سے بہت سا حصہ آپ (ادارہ کے بعد) شاید خود ہی ضائع کر دیں گے لیکن اس دوران میں یہ آپ کے نام کی نسبت کی وجہ سے نقصان پہنچا چکا ہوگا۔

میں ایسی باتیں بڑی ہی جرأت سے لکھ دیتا ہوں۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی نگاہ میرے قلم پر نہیں میرے قلب پر ہوتی ہے۔ عرشی صاحب اب اچھے ہیں۔

والسلام

پرویز

۲۹/۱۱

دیگر موضوعات سے متعلق خطوط

جناب پرویز صاحب بنام جعفر شاہ صاحب

(۱)

محترمی سلام مسنون، گرامی نامہ ملا۔ میں عرشی صاحب کی وساطت سے آپ کی خیریت دریافت کرتا

اور سلام پہنچاتا رہا تھا۔ براہ راست خیریت کا معلوم کر کے اطمینان ہوا مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ اب راولپنڈی میں ہیں۔

۲۔ نصب العین کے متعلق آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ موضوع ایسا نہیں جس پر ضمناً و سبقاً گفتگو کی جائے۔ یہ بڑا اہم موضوع ہے اور مستقل بحث کا محتاج۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ آپ قرارداد کے تذکرہ کے بغیر مستقلاً اس عنوان پر تفصیل سے لکھیے۔ اس سے بات کا سلسلہ چھڑ جائے گا۔ شاید بہتر نتائج سامنے آجائیں۔ بات بڑی اہم ہے کہ مسلمان کا نصب العین حیات کیا ہے۔

باقی دو تین باتیں جن کا ذکر آپ نے فرمایا ہے میں نے مدیر طلوع اسلام سے کہا ہے کہ انھیں آئندہ پرچہ میں لے آئے۔

۳۔ کتابت کی غلطیوں کی طرف آپ کے توجہ دلانے کے لیے شکر گزار ہوں۔ لیکن آپ کاتبوں سے واقف ہی ہیں۔ خدا کرے وہ ہماری خاطر اپنی روش میں تبدیلی پر آمادہ ہو جائیں۔ میری اپنی حالت یہ ہے کہ قریب آٹھ ماہ سے علیل ہوں۔ کمر میں درد ہے، بیٹھنے اور لکھنے سے معذور، آٹھ ماہ کے بعد یکم دسمبر سے پھر دفتر گیا ہوں۔ اس لیے کہ رخصت ختم ہو گئی تھی اب بھی بالکل اچھا نہیں ہوں۔ یہ خط بھی بمشکل لکھ رہا ہوں۔ جب کچھ لکھنا ہوتا ہے تو لیٹے لیٹے املا کرا دیتا ہوں اور اس کے بعد اس کی صورت اسی وقت دیکھنی نصیب ہوتی ہے جب وہ چھپ کر سامنے آجاتا ہے۔ کتابت کی غلطیوں کے معاملے میں میں بہت حساس واقع ہوا ہوں لیکن قہر درویش بجان درویش سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیرت ہوں گے۔ مجھے آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔

والسلام

پرویز

۹ر دسمبر

(۲)

محترمی سلام مسنون، آپ کا کارڈ اور اس کے بعد لفافہ بغیر بیرنگ ہوئے مل گیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا پہلا لفافہ یہاں سے بیرنگ ہو کر واپس نہیں گیا۔ میں اکثر دوستوں کو اہم خطوط بیرنگ بھیجنے کی تاکید کیا کرتا ہوں کیوں کہ اس ''لالچ'' میں ڈاک والے خط یقینی طور پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس لیے میرے ہاں بیرنگ خط کا آنا اور وصول کیا جانا ''خوارقِ عادات'' میں سے نہیں ہے۔ ڈاک خانہ کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ چاہیں تو بیرنگ خط مکتوب الیہ کے بجائے بھیجنے والے کی طرف ہی لوٹا دیں غالباً آپ کے خط کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ یہ طولانی

تمہید اس لیے لکھنی پڑی کہ آپ آئندہ اہم خطوط بے شک بیرنگ بھی کریں۔

۲) آپ کا مقالہ طلوع اسلام والوں کو دے دیا ہے۔ مناسب نوٹ کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔ سلسلہ اچھا چھیڑا گیا ہے۔ خدا کرے کوئی کام کی بات سامنے آئے اگرچہ اس قوم سے جس نے صدیوں سے سوچنا چھوڑ رکھا ہے اس کی توقع کم ہے۔

۳۔ آپ ''حسبنا کتاب اللہ'' پر ضرور لکھیے۔ یہ ایک اہم خدمت ہوگی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنی زندگی میں قرآن اور احادیث کا صحیح صحیح مقام متعین کرنے اور اس تعین کی نشر و اشاعت میں کامیاب ہو جائیں تو میں اسے مسلمانوں کی تاریخ میں سنگ میل سمجھوں گا۔ اس سے راہ گم کردہ قافلہ کا پھر سے جانب منزل رخ پھیر لینے کا امکان ہے۔

۴۔ افسوس ہے کہ صحت میری اچھی نہیں ہوئی۔ احباب کی نیک آرزوئیں بہت ہمت بندھاتی رہتی ہے۔ میں بہتر ہوں خدا کرے آپ اب مع الخیر ہوں۔ والسلام

پرویز

۹ رجنوری ۱۹۵۱ء

(۳)

محترمی، السلام علیکم۔ ابھی ابھی آپ کا گرامی نامہ ملا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے کتاب کو مفید پایا انسانی تصانیف کی خامیاں تجربہ کے ساتھ دور ہوتی رہتی ہیں۔ یہ خصوصیت تو صرف وحی کو حاصل ہے کہ وہ پہلے ہی ان تمام اسقام سے پاک ہوتی ہے۔

۲) میں نے اردو عبارت کے محاورات وغیرہ کے متعلق کبھی دردسری مول نہیں لی۔ زیادہ توجہ اظہار مطلب پر دیتا ہوں۔

مغربی فلاسفرز جس باب میں زیادہ آگے ہیں اس کا تعلق فلسفہ مابعد الطبیعیات سے ہے۔ اسے اپنی کتاب میں جگہ ہی نہیں دی۔ اس لیے کہ اس کتاب کا تعلق انسانی زندگی کے مسائل (Problems) سے ہے اور مابعد الطبیعیات کی بحثیں نظری ہوتی ہیں۔ جس جس گوشے کے متعلق میں نے کتاب میں اقتباسات دیے ہیں ان میں ان اقتباسات سے آگے میری نظر سے کچھ نہیں گزرا قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان مفکرین کا فقط رعب ہی رعب ہے۔

۴۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ میں تین چار سال سے اس کوشش میں ہوں کہ یہاں سے مستقل طور پر اٹھ کر مغرب میں جا بسوں اور باقی کام وہاں جا کر کروں۔ لیکن کوئی ملک قبولت میں نہیں۔ وما ہم بخارجین من النار کی عملی

تفسیر سامنے آ رہی ہے، یہاں بیٹھ کر وہاں کے مریض کا علاج محال نہیں تو مشکل ضرور ہے اور اس کے لیے میرے پاس وسائل و ذرائع نہیں مجھے بھی اس کا یقین نہیں کہ ان کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں نے بہت سی اندرونی کشمکش مول لے لی ہیں اور اس طرح اس قسم کی غیر اختلافی کوششیں بھی مشکوک نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ اس قسم کی غیر اختلافی کتابیں لکھنے والے شاید اور بھی نکل آئیں لیکن جو کچھ اختلافی باتیں میں کہہ گیا ہوں ان کا کہنے والا شاید کوئی اور نہ مل سکے۔ میرے نزدیک زیادہ اہمیت انہی کو حاصل ہے۔

محترم عرشی صاحب سے بعد سلام مسنون عرض کر دیں کہ

۱۔ میں امید ہے اس ہفتے اپنے نئے مکان میں منتقل جاؤں گا۔

۲۔ اپریل میں دو تین ماہ کے لیے کہیں باہر جانے کا پروگرام ہے اس وقت لاہور آنے کا ارادہ ہے۔

۳۔ میں لاہور کے اشد مخالفین سے تو نہیں گھبراتا البتہ مخلص فدائیوں کے سلسلے میں ضرور سوچتا ہوں کہ ''مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے''۔

احباب آپ دونوں کو بہت بہت یاد کرتے ہیں اور درگاہ شریف کی اتواری قائمہ میں آپ کو ضرور شریک کر لیتے ہیں ان کی طرف سے سلام قبول فرمائیے۔

والسلام

پرویز

۲۲/۲

(۴)

محترمی، اسلام علیکم، گرامی نامہ ملا جس کی شگفتگی و شادابی، تبسم ریزی و قہقہہ باری سے آپ کی صحت اور اطمینان کا اندازہ ہوگیا۔ فالحمدللہ غفرانک میں ذرا اصلاحی صاحب سے اپنی ملاقات کی تفصیل لکھنے والا تھا اب آپ کے مطالبہ کی تعمیل میں مجھے دوہرا ثواب ملے گا۔ میں نے اصلاحی صاحب کو خط لکھ دیا تھا کہ وہ کراچی میں میرے ہاں قیام فرمائیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ اس خط کا جواب نہیں ملا تھا۔ ۲۵/جنوری کی صبح کمیشن کی میٹنگ تھی۔ وہاں پہنچنے پر میں نے ان کا استقبال کیا۔ گلے لگ کر ملے۔ سب سے پہلے معذرت چاہی کہ میرے خط کا جواب نہ دے سکے کیوں کہ وہ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ میں نے اپنی پیشکش کو دہرایا تو فرمایا کہ ان کے ایک قدیمی دوست یہاں ہیں جن کے ہاں وہ اپنے اعزہ کی موجودگی کے باوجود قیام کیا کرتے ہیں۔ اب بھی انہی کے ہاں فروکش ہیں اگر یہ صورت نہ ہوتی تو وہ میرے ہاں آ جاتے۔

میٹنگ میں کسی کی طرف سے بھی ایسی بات نہیں ہوئی جو کسی کے لیے دل شکنی کا موجب ہوتی۔ میٹنگ کے بعد میرے ایک دوست کی گاڑی آئی ہوئی تھی۔ اصلاحی صاحب بھی اس میں بیٹھ گئے۔ اپنی گزشتہ زندگی کی باتیں سناتے رہے۔ آخر میں میں نے کہا کہ میرے گھر قیام کی صورت ممکن نہیں تو کسی وقت کھانے پر تشریف لے آئیں کچھ مزید باتیں ہوئیں گی۔ انھوں نے میرا ٹیلی فون نمبر لے لیا کہا کہ پروگرام دیکھ کر بتاؤں گا۔

دوسرے دن پھر میٹنگ میں ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے کہ رات مودودی صاحب آرہے ہیں، اس سلسلے میں میری مصروفیتیں بہت بڑھ گئی ہیں اس لیے اب کہہ نہیں سکتا کہ تمہارے ہاں آنے کا وعدہ پورا کرسکوں گا یا نہیں۔

وہ میرے ہاں آ نہیں سکے۔ اس کے بعد ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ میٹنگ سے فارغ ہونے کے بعد بھی خوش اسلوبی سے مل کر گئے تھے بس یہ ہے مختصر سی داستان اس ملاقات کی۔

سوالنامہ بھیجنے کا فیصلہ اچھا ہے، اس کے جوابات کا بھی مجھے اندازہ ہے سوالنامہ ابھی مرتب نہیں ہوا۔ مرتب ہونے پر کمیشن کے ممبران کو بھیجا جائے گا۔ ان کی تصویب کے بعد پھر شائع ہوگا۔ اس لیے ابھی اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ آپ کے ذہن میں جو خاص سوالات ہیں ان سے مجھے مطلع فرمائیے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں شامل ہو جائیں۔ سوالنامہ صرف ''کتاب وسنت'' کے متعلق ہوگا۔ اصلاحی صاحب کا ایک خط نوائے وقت کی دو تین اشاعتوں میں شائع ہوا ہے۔ جو انھوں نے دسمبر ۱۹۵۶ء میں جائزہ کمیٹی کی کارروائی کے بعد امیر جماعت اسلامی کو لکھا تھا اگر آپ کے پیش نظر وہی خط ہے تو اسے میں نے دیکھ لیا تھا۔ اگر یہ خط کوئی اور ہے تو مجھے بھیج دیں۔ میں دیکھنے کے بعد واپس بھیج دوں گا۔

آپ کے خط کے ساتھ ہی عزیزی خورشید کا خط ملا ہے کہ لغات کا مسودہ انھوں نے مجھے بھیج دیا ہے۔ امید ہے کل تک مل جائے گا کل میں آپ کو مزید مسودہ بعینہٗ ڈاک بھیج دوں گا۔ یہ امر موجب صد ایمان ہے کہ آپ کو اس مہینے وقت مل رہا ہے لیکن یہ چار بجے شب تک جاگنے کی مہم سمجھ میں نہیں آئی۔

اور ابھی آپ کو شبہ ہے کہ آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا!

خط لکھ چکا تھا کہ یاد آیا کہ آپ کو تاج العروس کا اقتباس بھیجنا ہے۔ اب اس کے لیے خط روکنا نہیں چاہتا۔ کل مسودہ کے ساتھ ہی اسے بھی بھجوا دوں گا۔ کاتب سے نقل کرا کر بھیج دوں گا۔ میں تو شارٹ ہینڈ میں لکھتا ہوں۔ اس پر بھی دماغ کو شکایت رہتی ہے کہ ہاتھ اس کا ساتھ نہیں دیتا۔

عزیزہ صائمہ بیٹی کو ہمارا بہت بہت سلام پہنچا دیں۔ مجھے اس کا مستقبل بڑا توانا نظر آرہا ہے۔ اتواری برادری ہمیشہ کی طرح آپ کو یاد کرتی رہتی ہے، لیکن اب تو میں خود ہی یہاں سے جلد آؤں گا۔ لاہور آکر سناؤں گا کہ میری کیبنٹ میں اب کیا کچھ بند ہے۔ دل ستاں اور رقص آور، وسلام

پرویز

۹/۱

(۵)

۱/۲۳ فاؤلر لائن

کراچی

محترمی، السلام علیکم، یہ خط آپ کے مضمون کی رسید میں لکھ رہا ہوں۔ آپ نے ''من وراء حجاب'' کی جو تفسیر کی ہے وہ ہے تو دل لگتی لیکن مجھے دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کے دیگر مقامات میں وہ کس طرح فٹ بیٹھتی ہے۔ اس وقت ایک ضروری کام کے لیے ڈھاکہ جانے کے لیے ٹکٹ بدست بیٹھا ہوں۔ واپسی پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچوں گا۔ الہام کے معاملہ میں آپ میرے خیالات سے واقف ہیں۔ حدس کی حد تک تو میں جانے کے لیے تیار ہوں کہ وہ عقل ہی کی ایک بڑھی ہوئی شکل ہوتی ہے۔ لیکن الہام کو میں ختم نبوت کا نقیض سمجھتا ہوں بہر حال یہ جداگانہ بحث ہیں۔

دوسرا مضمون جو ذہن میں ہے اسے ضرور لکھئے۔

جماعت اسلامی کے کئی کئی بہتانوں کا جواب دیتا ہوں یہاں تو آئے دن ایک نیا شگوفہ پھوٹتا ہے مشکل یہ ہے کہ ان کے ''شطونگڑے'' (شیطان کی پنجابی تصغیر) اتنے ہیں کہ ہر طرف سے کائیں کائیں شروع کر دیتے ہیں۔ بہر حال میری ان سے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں۔ مجھے قرآن کی بات کہے جانا ہے خواہ میری ذات کے متعلق یہ کچھ ہی کہتے رہیں اللہ المستعان۔

عرشی صاحب کی مدت سے خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ خدا کرے وہ اچھے ہوں۔

والسلام

پرویز

۱۱/۵

مکرر۔ ایک ''پنجتن'' نے تو تیرہ سو برس سے امت سے یہ کچھ کیا ہے اب آپ نے اکھٹے چار جمع کرائے، یہ قرب قیامت کی نشانیاں ہیں!!

(۶)

۱/۲۳ فاؤلر لائن

نیپر مارکس، کراچی

محترمی! السلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ معہ مضمون مل گیا ہے۔ جس Progressive نکتہ کو آپ نے اس میں بیان فرمایا ہے میں قریب دو سال پہلے اسے لکھ چکا ہوں اس کی مزید تشریح میری کتاب ''نظام ربوبیت'' میں ملے گی جو اشاعت کے لیے تیار رکھی ہے۔

۲) آپ نے یہ نہیں لکھا کہ یہ مضمون آپ کے نام سے شائع ہوگا یا کسی ''قلمی'' نام سے۔

۳) جولائی کا طلوع اسلام تو کئی دنوں سے پریس میں جا چکا تھا۔ اب یہ اس کے بعد ہی شائع ہو سکے گا۔

۴) آپ کے خط میں ایک دو ٹکڑے بالکل ''مولویانہ'' ہیں جس کی مجھے آپ سے توقع نہ تھی۔ اس لیے کہ میں آپ کو مولوی سے بہت اونچا سمجھتا ہوں۔

والسلام

پرویز

۲۵/۶

مکرر۔ یہ خط پوسٹ نہ کیا جا سکا کیوں کہ آپ نے خط میں اپنا پتہ نہیں لکھا تھا۔ آج عرشی صاحب تشریف فرما لائے تو انھیں آپ کا خط اور مضمون بھی دکھا دیا اور پتہ بھی معلوم کر لیا۔ لہٰذا جواب میں تاخیر ہوگئی۔

والسلام

پرویز

۲۷/جون

(۷)

غلام احمد پرویز

۱/۲۳، فاؤلر لائنز نیپئر بارکس،

کراچی

محترمی شاہ صاحب!

سلام علیکم!

گرامی نامہ کے لیے شکریہ۔ آپ کا مقالہ میں دفتر طلوع اسلام میں کتابت کے لیے بھیج چکا تھا۔ محترم عرشی صاحب نے فرمایا تھا کہ اسے فرضی نام سے شائع کیا جائے۔ اب میں انھیں کہہ رہا ہوں کہ اس پر آپ کا نام دے دیا جائے۔

طلوع اسلام کے ابتدائی ایام میں میں نے روس کے خلاف ایک مضمون ضرور لکھا تھا۔ اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس کے بنیادی خطوط کیا تھے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ میں اس وقت ذاتی ملکیت کے متعلق قرآن کی اس تعلیم کو ہنوز نہیں سمجھ سکا تھا جواب میرے سامنے آئی ہے۔

اب تو آپ میری شائع ہونے والی کتاب ''نظام ربوبیت'' میں دیکھیں گے کہ میں (جیسا کچھ بھی قرآن کو سمجھ سکا ہوں اس کے مطابق) ذاتی ملکیت کا قائل ہی نہیں رہا۔ میں نے جو اپنے خط میں لکھا تھا کہ میں دو برس پہلے یہی کچھ لکھ چکا ہوں (بلکہ واقعہ یہ ہے کہ چار برس پہلے) تو اس سے صرف یہ کہنا مقصود تھا کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ ذرا اخلاقی جرأت دکھایے اور اس مقالہ کو شائع کیجیے تو اس میں کسی اخلاقی جرأت کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کیوں کہ یہ چیزیں تو ہمارے ہاں برسوں پہلے سے دی جارہی ہیں اور یہ کہ اس میں ہم دونوں ہم نوا ہیں۔

آپ کا اور نیازی صاحب کا ''گلہ نامہ'' تو پتہ نہیں کس قدر طول طویل ہوگا لیکن میرا گلہ نامہ بہت مختصر ہے۔ اسے تو سن لیجیے۔ اور نیازی صاحب تک بھی پہنچا دیجیے۔ اور وہ یہ کہ مجھے یہ توقع تھی کہ آپ احباب اس تنہائی کے سفر میں میرے مستقل رفیق ہوں گے لیکن آپ نے اتنا بھی نہ کیا کہ مجھے میری کوتاہیوں سے متنبہ کرتے رہتے۔

محترم عرشی صاحب اچھے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

پھلواری شریف کے پرچہ کے متعلق دفتر طلوع اسلام والوں سے پوچھا ہے پھلواری کا حق تو بہت فائق ہے۔

واسلام

پرویز

(۸)

محترمی شاہ صاحب، السلام علیکم، ایک عرصہ سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوسکی۔ عرشی صاحب بھی آج کل وہاں نہیں ورنہ وہی کچھ لکھ دیا کرتے تھے۔ میں اس مرتبہ کچھ زیادہ عرصے تک علیل رہا۔ اب اچھا ہوں۔ آپ نے اس دفعہ گرمیوں میں ادھر کا رخ نہ کیا۔

۲) دو ایک ضروری باتیں لاء کمیشن میں دو ایک ریسرچ آفیسرز مقرر کیے جائیں گے۔ تنخواہ تقریباً پانچ صد روپے ماہوار ہوگی۔ کمیشن کا ہیڈ کوارٹر لاہور ہوگا اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ جگہ آپ کے لیے موزوں ہوگی تو مجھے مطلع فرمایئے تاکہ میں سلسلہ جنبانی کروں اپنے علاوہ کوئی اور موزوں نام بھی پیش نظر ہو تو مطلع فرمایئے۔

۳) ریسرچ آفیسرز کے لیے جن کتابوں کی ضرورت ہوں گی میں ان کی ایک فہرست کمیشن کو دینا چاہتا

ہوں تاکہ وہ ان کے منگانے کا انتظام کریں۔ کچھ کتابیں میرے پیش نظر ہیں لیکن اس معاملے میں آپ کی نگاہ زیادہ وسیع ہے اگر آپ کچھ اہم کتابیں تجویز کر دیں تو بہت مفید رہے گا۔

میرا اب لاہور منتقل ہو جانے کا پختہ ارادہ ہے۔ غالباً جنوری آئندہ تک وہاں آجاؤں گا۔ عثمان صاحب میرے ساتھ نہیں آسکیں گے۔ اس لیے طلوع اسلام کے لیے پھر ایک آدمی کی ضرورت سامنے آجائے گی۔ اس سلسلے میں آپ ابھی سے تلاش شروع کر دیجیے۔ مشاہرہ حسب استعداد مقرر کر لیا جائے گا۔ میرا مکان اور دفتر گلبرگ میں ہوگا۔

۴) اتواری برادری آپ کو ہمیشہ یاد کرتی ہے۔ آپ آتے تو عجیب وغریب چیزیں پیش کرتا۔

عزیز انشاء دعا۔

والسلام

پرویز

۸/۲۰

ثقافت کے دیکھنے سے پھر ایک عرصے سے محروم ہوں۔ آپ کے ہاں یقیناً کوئی صاحب ایسے ہیں جو اسے دانستہ ہم تک نہیں آنے دیتے اس سے دلچسپی آپ کے رشحات قلم کی وجہ سے ہے۔

(۹)

محترمی شاہ صاحب صاحب، السلام علیکم، گرامی نامہ مل گیا تھا۔ امید ہے ایبٹ آباد کی سکون افزا فضاء میں آپ کی طبیعت بحال ہوگئی ہوگی۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

لا کمیشن کی کامیابی کے متعلق میں بھی کچھ ایسا پُرامید نہیں ہوں۔ میں نے تو محض ایک موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہاں کر دی ہے۔ اگر کوئی مفید کام کر سکا تو اس میں شریک رہوں گا ورنہ جس دن چاہوں گا الگ ہو جاؤں گا سر دست تو ہنگامہ آرائیوں کا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔

لاہور میں عثمان صاحب میرے ساتھ نہیں آسکیں گے مجھے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہوگی جو پرچہ مرتب کرنے میں میرا ہاتھ بٹا سکے۔ ہمارے مسلک سے متفق ہو اور عربی سے رواں ترجمہ کر سکتا ہو۔

حسن مثنّٰی صاحب بظاہر خشک چوب وخشک پوست سے نظر آتے ہیں لیکن آواز دوست ان میں سے خوب آتی ہے۔ اب اگر ان کے ہاتھ میں مضراب بھی آگیا ہے تو رگ تار میں خوابیدہ نغمے خوب بیدار ہوں گے۔ میرا اسلام انتظار عرض کریں۔

احباب آپ کو ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں۔

عزیزان رادعا

والسلام

پرویز

۱۸/۹

(۱۰)

محترمی، السلام علیکم، گرامی نامہ ملا۔ آپ کے مقالہ سے عبارت مذکور میں نے حذف کر دی تھی۔ اس کے متعلق آپ کو اطلاع دینے کا ارادہ تھا لیکن چوں کہ آپ ڈھاکہ تشریف لے جا چکے تھے اس لیے میں نے اسے التواء میں رکھا۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ اس قسم کی اہم باتیں ضمنی طور پر دوسرے مضامین کے اندر نہ آئیں۔ اس عبارت کو حذف کر دینے سے اصل مضمون پر تو کوئی اثر نہیں پڑا لیکن یہ اگر وہاں رہتی اور اس کے متعلق وہاں بحث چھڑ جاتی تو اصل مضمون قارئین کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتا اور ساری توجہ اس نقطہ پر مرتکز ہو جاتی۔ یہ سوال اہم نہیں ہے اور اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت سے سامنے آنا چاہیے۔ (میں ان حالات کے ماتحت جن کا ذکر ابھی کروں گا نہیں کہہ سکتا کہ اس قسم کے سوالات پر کب تک توجہ دے سکوں گا۔ اگر آپ نامناسب خیال نہ کریں تو اسے اپنے ہاں چھیڑ دیجیے۔ شاید عمدہ نتیجہ نکل آئے۔)

۲) سیرت نمبر کے متعلق یہ تو میرا خیال نہیں تھا کہ اس کی ضخامت بہت زیادہ ہوگی (کیوں کہ ہم اس قسم کے زائد اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے) البتہ ارادہ تھا کہ اس کے لیے کچھ اچھی اچھی چیزیں ضرور حاصل کروں گا یا خود لکھوں گا لیکن ہوا یہ کہ ایک مضمون آپ نے بھی، ایک عرشی صاحب نے (اور انھوں نے بھی جس خرابئ صحت کا ذکر کرتے ہوئے مضمون بھیجا اس کے پیش نظر مجھے اس وقت تک قلق ہے کہ میں نے انھیں اس کی تکلیف کیوں دی)۔ باقی رہا خود لکھنے کا تو قریب ایک ماہ پیشتر سے میں کچھ ایسی پریشانیوں کا شکار ہوتا رہا جن کے پیش نظر سکون سے بیٹھ کر لکھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ (آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ میں اپنے سابقہ مکان سے نکال دیا گیا ہوں، اور ابھی تک حالت یہ ہے کہ دن ایک دوست کے ہاں بسر کرتا ہوں اور رات ایک اور کے ہاں) ان حالات میں سوائے سلیم کے نام ایک خط کے اور کچھ نہ لکھ سکا۔ ''صبح بہار'' کا پرانا ٹکڑا معراج انسانیت سے نکال کر دے دیا تھا یہ کتاب بہت عرصہ پہلے لکھی تھی۔ [اس زمانے میں بعض خاص مقامات پر مجھ پر خطابت کا رنگ غالب آجایا کرتا تھا۔ اب میں نے اس انداز کو ترک کر دیا ہے اگرچہ بعض مقامات پر اس کی افادیت کا ابھی تک معترف ہوں۔] باقی رہا اس آیت کا ترجمہ سو اول تو وہ ترجمہ نہیں مفہوم ہے۔ اس میں مستغنہ کا ترجمہ آیا ہی نہیں۔ زمین کی سیرابی، فانزلنا بہ الماء سے لی گئی ہے۔ (بہر حال یہ میں نے ضمناً عرض کیا ہے)۔

آپ نے فیض الاسلام قسم کے پرچوں کے سیرت نمبر کی ضخامت کا ذکر کیا ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آپ جیسے دیدہ ور نے یہ تقابل کس طرح مناسب سمجھا؟ آپ سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ کہ اگر آپ مروجہ مذہب ومروجہ تصورات کے مطابق مضامین اکٹھے کرنا چاہیں تو سیرت نمبر کے ضخیم مجلدات مرتب کر سکتے ہیں لیکن ذرا سوچیے تو سہی کہ مروجہ عقائد وتصورات سے ہٹ کر لکھنے والے آپ کو کتنے مل سکتے ہیں۔ پاکستان بھر میں دیکھیے، ابن آدم، ابن اسلام، یا مولانا تمنا سے آگے کوئی اور بھی دکھائی دیتا ہے۔ ان حالات میں ضخیم پرچے کس طرح مرتب ہو سکتے ہیں، ضخیم تو ایک طرف میرا تجربہ تو یہ رہا ہے اور آپ تو اس کے شاہد ہیں کہ طلوع اسلام کے لیے معقول معاوضہ کے باوجود آج تک کوئی رفیق کار نہیں مل سکا۔ روش عامہ سے ہٹ کر چلنے والوں کے ساتھ یہی کچھ ہوا کرتا ہے۔

۳) میں اپنی علالت اور مذکورہ صدر پریشانیوں کی وجہ سے ڈھا کہ نہ جا سکا۔ اس کی اطلاع ڈاکٹر محمود صاحب کو دے دی گئی تھی۔ نہ معلوم ان تک میرا خط کیوں نہ پہنچا؟ اس کا مجھے افسوس رہا کہ آپ کی اور محترم مولانا صاحب کی ملاقات سے محروم رہ گیا۔

آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ ''آپ کو ڈھا کہ میں یہ کچھ نصیب ہو گیا''، ہمیں تو وہاں ''کٹھل'' کے سوا کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیا تھا۔

کراچی کے احباب آپ کو ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اتواری کھانے میں گاتے ہیں، بجاتے ہیں اور اس کا ثواب آپ اور عرشی صاحب کی روح کو پہنچا دیتے ہیں۔

عزیزان کو دعا۔

والسلام

پرویز

۸/۹

حکیم عرشی امرتسری کے نام جناب پرویز صاحب کے خطوط

محترمی، سلام مسنون۔ سید جعفر شاہ صاحب نے ایک مضمون ارسال فرمایا تھا۔ میں نے اپنے خط میں اس مضمون کے بعض مقامات کے متعلق مزید توضیح چاہی۔ انھوں نے اس کا جواب بھیجا ہے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا مضمون یہ خط وکتابت آپ کو بھیج دی جائے لہٰذا ز رہ امتثال اور یہ تمام کاغذات ارسال خدمت ہیں۔

۲) میں نفسیاتی طور پر سید صاحب کی قلبی کیفیت کا اندازہ لگا سکتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ ذہنی طور پر وہ حدیث سے متعلق اپنے سابقہ مقام سے ہٹ چکے ہیں لیکن عمر بھر کے مسلک کے ماتحت جو اثرات ان کے عمق قلب

میں تہہ نشین ہیں ان کے نکلنے کے لیے وقت درکار ہے۔ لہٰذا وہ اس وقت ذہن اور نفس غیر شعوری کی کشمکش میں گرفتار ہیں اور اس کے لیے غیر شعوری طور پر آسرے تلاش کر رہے ہیں۔ مجھ پر یہ کیفیات خود گزر چکی ہے اس لیے میں ان کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہوں اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ آپ کے مضمون کی رسید پہلے بھیج چکا ہوں جناب۔ والسلام

پرویز

۴/مارچ

(۲)

برادرِ محترم عرشی صاحب!

السلام علیکم!

نومبر کے پرچہ کے لمعات میں آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ اب قرآنی فکر کی نشر و اشاعت کے تیز تر کرنے کی اسکیم میرے پیش نظر ہے۔ اس کے لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ شروع سال سے طلوع اسلام کو ہفتہ وار کر دیا جائے۔ اس کے لیے مجھے ایک اور رفیق کی ضرورت ہوگی۔ مجھے سید جعفر شاہ صاحب کا اسلوب نگارش پسند ہے ویسے بھی ان کی نگاہ صاف ہے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان کی طبیعت کا کیا رنگ ہے۔ میرے ساتھ جس قسم کا آدمی چل سکتا ہے اس کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔ شاہ صاحب کے متعلق آپ سے بہتر رائے کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اس بارے میں آپ سوچ بچار کے بعد مجھے قطعی الفاظ میں لکھئے کہ کیا (۱) کیا آپ کے نزدیک شاہ صاحب میرے ساتھ کام کر سکیں گے؟ (۲) کیا آپ انھیں علاوہ دوسرے کاموں کے جو میرے ساتھ مل کر کرنے ہوتے ہیں ہفتہ وار طلوع اسلام میں کام کرنے کے لیے موزوں سمجھتے ہیں؟ (۳) اگر ان دونوں سوالوں کا جواب اثبات میں ہو تو شاہ صاحب کس بدل خدمت پر کراچی آجانے پر تیار ہوں گے؟ آپ اپنے طور پر طلوع اسلام کی اسکیم کے حوالہ سے شاہ صاحب سے بھی بات کر سکتے ہیں۔ ''اپنے طور'' میں نے اس لیے کہا ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ اگر یہ معاملہ آگے نہ چلے تو انھیں کسی قسم کی کبیدگی پیدا ہو۔ مجھے جلدی جواب دیجیے گا۔

پرویز

۸/۱۱

اگر آپ کے نزدیک شاہ صاحب موزوں نہ ہوں یا وہ آپ کے خیال میں آنے پر آمادہ نہ ہوں تو پھر یہ فرمائیے کہ آپ کی نگاہ میں کوئی اور موزوں آدمی بھی ہے جس کی ادبی اور علمی خصوصیات وہی ہونی چاہیے جو شاہ صاحب کی ہیں۔ ضمناً آپ نے فیض الاسلام کے نومبر کے پرچے میں اپنی یادوں کی تمہید میں جو قرآنی آیت لکھی

ہیں میرے نزدیک اس کا مفہوم وہ نہیں ہے۔ یستمعون القول میں القول سے مراد خود قرآن کریم ہے اور فیتبعون احسنہ کے معنی یہ ہیں کہ جن امور کو اس نے حسنہ قرار دیا ہے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ بہرحال یہ بات ضمناً سامنے آ گئی تو میں نے عرض کر دی خانقاہ میں آپ کی یاد ہمیشہ رہتی ہے اور اتواری برادری آپ کو سلام کہتی ہے۔

والسلام

پرویز

۸/۶

کچھ اہم اشارات

کچھ معلومات امرتسر کے بارے میں:

امرتسر ایک زمانے میں علم وفن کا مرکز تھا اور بہت سے اصحاب علم اپنے علم وفضل کے موتی یہاں بکھیر رہے تھے یہ آریہ سماجیوں، اہلِ حدیث، بریلوی مکاتب فکر کا بہت بڑا مرکز تھا یہاں غازی محمود دھرم پال جیسی رنگا رنگ شخصیتیں بھی تھیں۔ دھرم پال پہلے عیسائی تھے، پھر مسلمان ہوئے اس کے بعد آریہ سماجی بن گئے اور کانگڑی کے گروکل کہلائے۔ قرآن اور سنت اور اسلامی مصادر کے ساتھ ساتھ عیسائیت کے ماخذات پر بھی گہری نظر تھی۔ لہذا غازی محمود دھرم پال کی آریہ سماج نے عیسائیوں اور مسلمانوں سے زبردست مباحثے کیے اور بہت سے مناظر وں میں مخالفین کو خاموش کر دیا لیکن حضرت علامہ قاضی سلیمان پوری صاحبؒ، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور احمد دین امرتسری صاحب کی کوششوں سے غازی محمود دھرم پال دوبارہ مسلمان ہو گئے دھرم پال نے احمد دین امرتسری سے تحریری مناظرے کیے احمد دین امرتسری نے مناظروں میں صرف یہ موقف اختیار کیا کہ مسلمان قرآن کے ذمہ دار ہیں لہذا قرآن پر اعتراض قرآن سے ہی پیش کیا جائے تو وہ قابلِ قبول ہوگا۔ قاضی سلیمان منصور پوری کا رویہ غازی محمود دھرم پال کے لیے ہمیشہ مشفقانہ اور نہایت ہمدردانہ رہا۔ قاضی صاحب ہمیشہ خط میں انھیں یہی لکھتے رہے کہ آپ آریہ سماجی ہیں تو کیا ہوا اصل میں آپ سچے مسلمان ہیں، ناراض ہو کر اس طرف چلے گئے ہیں تو کیا ہوا آپ ہمارے درمیان واپس آ جائیں گے۔ غازی محمود دھرم پال کو قاضی صاحب کے اس رویے پر حیرت ہوتی تھی کہ قاضی صاحب انھیں مرتد قرار دے کر واجب القتل قرار دینے کے بجائے ان کے ساتھ اس قدر وسعت اور محبت کا معاملہ کر رہے ہیں۔

غازی دھرم پال عیسائی تھے پھر مسلمان ہوئے، پھر آریہ سماجی ہو گئے، پھر مسلمان ہوئے اس کا قصہ بیان کرتے ہوئے مسلم صاحب لکھتے ہیں: ''غازی دھرم پال تینوں مذاہب پر عبور رکھتے تھے لہذا آریہ سماجیوں کی

جانب سے ''اسلام کی جڑ توڑ'' نامی آٹھ کتابیں شائع کیں جن میں اسلام پر زبردست حملے کیے گئے تھے۔ ان حملوں، اعتراضات اور مناظروں کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا پرلطف ونفیس مزاج اور وہ خطوط اور مضامین ہیں جن میں وہ غازی دھرم پال کو محبت بھرے جوابات دیتے تھے۔ احمد دین امرتسری کا علم کہ وہ پوری کتاب کا جواب چار صفحے میں دیتے تھے اور استدلال یہ کرتے تھے کہ جو کچھ قرآن سے باہر ہے اس کا جواب ہمارے ذمہ نہیں ہے اور قاضی سلیمان منصور پوری جو دھرم پال کو محبت بھرے خطوط لکھتے اور انھیں شائع نہ کراتے اور لکھتے کہ آپ ہمارے مسلمان بھائی ہیں ہماری کوتاہیوں سے آپ ناراض وگمراہ ہوکر چلے گئے واپس آجائیں گے۔ بالآخر دھرم پال ان تینوں کی مساعی سے دوبارہ مسلمان ہوگئے''۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب نے اپنے رسالے اہلِ حدیث کے ذریعے دھرم پال صاحب کے ساتھ مناظرے جاری رکھے اور دھرم پال ان کے علمی استدلال سے بے انتہا متاثر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد دھرم پال نے اپنا رسالہ مسلم کے نام سے نکالا۔ امرتسر کے رسالے الفقیہہ نے ایک مرتبہ غازی دھرم پال کے مناظروں سے عاجز آکر لکھا تھا ''تمہارا علاج اہلِ قرآن ہی کرسکتے ہیں ہمارے سامنے آتے ہو تو اہلِ قرآن بن جاتے ہو اور ان کے سامنے جاتے ہو تو بدعتی بن جاتے ہو''۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب اور احمد دین امرتسری کے درمیان تحریری مناظرہ بھی ہوا۔ جو برہان القرآن کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس مناظرے کی روداد پر تبصرہ کرتے ہوئے غازی دھرم پال نے لکھا تھا کہ ''ہمارے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک رسولِ خداؐ، خدا ہیں بحکم خدا'' ان کا اشارہ ان آیات کی طرف تھا جو قاضی ثناء اللہ صاحب نے اطاعت رسول کے ضمن میں پیش کی تھی جس میں رسولؐ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دیا گیا تھا۔

شیخ محمد عبدہٗ۔ چند معلومات:

عبدہٗ کو مختلف دائروں کے یورپی مصنفین کی کتابوں سے بھی خاصی شناسائی تراجموں سے حاصل ہوئی۔ وہ انگریز فلسفی ہربرٹ اسپنسر کے مداح تھے انگلستان گئے تو اس سے ملاقات کی اور اس کی تعلیم کا فرانسیسی سے عربی میں ترجمہ بھی کیا تا کہ مصری مدارس کی اصلاح کی تجاویز کا مسودہ تیار کرنے میں اس کے خیالات سے استفادہ کرسکیں۔

عبدہ دو انتہاؤں کے درمیان تھے۔ لارڈ کرومر کا قول ہے کہ وہ اپنے ''تجدد'' کی وجہ سے اس قدر بد نام تھے کہ قدامت پسند مسلمانوں کو اپنے ساتھ نہ رکھ سکتے تھے اور خود اتنے مغرب زدہ نہ تھے کہ یورپی طریقوں سے نقالوں کو خوش کرسکتے۔ لہذا وہ نہ تو کافی پکے مسلمان تھے نہ کافی پکے یورپی تھے۔

پروفیسر ایم ہارٹن نے محمد عبدہٗ کے مطالعے کے دوسرے حصے میں عبدہ کی دُنیائے فکر Die gedan kenwelt von mohammad Abduh کے عنوان سے ایک نہایت جامع خلاصہ درج کردیا ہے۔

(ملاحظہ ہو Britirage zur kenntniss des orients ۱۹۱۷ء صفحات ۱۹۱۷ صفحات ۱۲۸۔۷۴)

پروفیسر Sein Leben and theologisch philosophisch gaden kon welt میں موصوف کے اس طویل مقالے کا پہلا حصہ اسی رسالے کی سابقہ جلد میں موجود ہے۔ پروفیسر ہارٹن نے اس مقالے کو محمد عبدہٗ کے عالمی فکر کی تحقیق تک محدود رکھا ہے۔

پروفیسر ہارٹن لکھتے ہیں کہ ہم مورخین مغرب کو جو مشرق کے ذہنی ارتقاء کا مطالعہ کرنے کے عادی ہیں بے حد افسوس ہے کہ اس موقع پر جب زمانہ حاضر کی ثقافت نفوذ کر رہی ہے اسلام میں بوعلی سینا جیسا کوئی مفکرِ اعظم پیدا نہ ہوا جو ثقافت کے نئے مسائل سے دست و گریبان ہوتا۔ قدیم ثقافت کے مردہ وافسردہ اجزا پر غالب آتا۔ اس کے عمدہ اور ٹھوس بنیادی اصولوں کو ترقی دیتا اور دنیا کے علوم حاضرہ کے کم از کم بڑے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا۔ (Beitrage تیرھویں جلد صفحہ ۱۲۸) مفتی محمد عبدہ کے طریقے معروضی اور سائنسی نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے نتائج ناقص ہیں انھوں نے ایک دفعہ بھی علم کے متعلق ٹھوس نقد و نظر کا تجسس نہیں کیا۔ (Beitrage تیرھویں جلد صفحہ ۱۲۸) خالص سائنس ان میں نایاب ہے اور فلسفہ دین سے قریب قریب علیحدگی کا مترادف ہے ان کی تصانیف میں سائنسی موضوع کے عالمگیر تصور کے مسائل تلاش کرنا بالکل بے کار ہے۔ (Beitrage تیرہویں جلد ۸۵) ان میں ہمیں صرف یہ بات نظر آتی ہے کہ جن چیزوں پر ترقی کی رفتار غالب آ رہی ہے ان کو حذف کر دیا جائے ایک نئی دُنیائے فکر کی تعمیر ان کے پیشِ نظر نہیں ہے۔ (Beitrage چودھویں جلد صفحہ ۱۲۸)۔

ہارٹن کا خیال ہے کہ جہاں جہاں محمد عبدہ نے فلسفے اور الٰہیات کے مسائل کو نئے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے انھیں صرف جزوی کامیابی ہوتی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ جہاں انھوں نے قدیم کو ناکافی دیکھا اور اس کے کھنڈروں سے رستہ صاف کر دیا وہ جدید سائنسی فکر اور ثقافت کے لیے راستہ تیار کرنے میں کامیاب ہوئے ''لیکن یہ سمجھنا آسان ہے کہ اس طرزِ عمل سے انھوں نے بہت سی اچھی چیزیں صاف کر کے الگ ڈال دیں، اور افکار وتصورات کا بقیہ زمانہ قدیم کے مقابلے میں بہت تنگ ومحدود رہ گیا...... جو کچھ ناقص سمجھ کر پھینک دیا گیا ہے وہ دوبارہ اٹھانا پڑے گا''۔ (Beitrage تیرھویں جلد ۸۲۔۸۳) کتنا حصہ ناقابلِ قبول ہے یہ فیصلہ کرنے میں بھی ان کے فکر کی پرواز ساتھ نہیں دیتی لیکن ابھی بہت سا کوڑا کرکٹ باقی ہے جو نئی عمارت کے لیے جگہ نکالنے کی غرض سے دور کرنا پڑے گا (ملاحظہ ہو Beitrage تیرھویں جلد صفحہ ۱۲۸)

مفتی عبدہٗ کا سب سے بڑا امتیاز سائنس کے دائرے میں نہیں۔ بلکہ مذہبی بیداری میں ہے ان کی اہمیت کا ایک اور لازمی عنصر یہ ہے کہ انھوں نے متکلمانہ فلسفے کو ناکافی اور غیر قطعی قرار دیا اور اس سے ایک جدید فلسفے کی وضع وترتیب کا موقع نکال لیا (Beitrage تیرہویں جلد۔ صفحات ۸۶۔۸۷) اگرچہ انھوں نے عہدِ حاضر

کے اسلامی فکر کی جدید تعمیر میں توقع کے مطابق کامیابی حاصل نہ کی لیکن ایک مشرقی سے اس امر کی توقع رکھنا پرلے درجے کی ناانصافی ہوگی۔ کہ ان دوائرِ فکر میں مکمل نتائج پیش کرے گا جن میں خود مغرب بھی اب تک ایسے نتائج حاصل نہیں کر سکا مفتی محمد عبدہٗ کو اپنے ماحول کی رعایت مدِنظر تھی اور وہ اس پر انحصار بھی رکھتے تھے۔ چونکہ ماحول انتہائی پس ماندہ تھا اس لیے ہم اس مصلح کو واضح تر روشنی میں دیکھ سکتے ہیں اور اس کی بہت سی کوتاہیوں کو معاف کر سکتے ہیں (Beitrage تیرہویں جلد صفحہ ۱۲۸) ہارٹن یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب از منہ وسطیٰ کے مکتبی طریقے کے خلاف جدید طریقِ فکر سیکھا جا چکا تو مفتی محمد عبدہ نے جو اولین اساسی چیزیں حذف کیں اس میں وہ کسی بڑی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے (Beitrage تیرہویں جلد صفحہ ۸۳) پھر بھی یہ واقعہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ جدید فکر و ثقافت کی معقول بنیاد کی طرف ترقی کرنے میں صرف ابتدائی مرحلے پر پہنچ سکے (Beitrage تیرھویں جلد صفحہ ۸۲) جب اسلام ثقافتِ جدیدہ کو پوری طرح اخذ و جذب کر لے گا تو اس کے بعد ہی منطق فلسفہ اور دینیات کے متعلق قطعی اور مکتفی تصانیف پیش کی جا سکیں گی، (Beitrage تیرہویں جلد صفحہ ۷۸)۔

چند معلومات نیچر اور سائنس کے بارے میں:

حکیم محمود احمد برکاتی کے مطابق [سرسید کی پرورش دادھیال میں نہیں ننہیال میں ہوئی مگر وہ ابھی گیارہ برس ہی کے تھے کہ نانا چل بسے، والد ایک آزاد طبیعت آدمی تھے اس لیے تعلیم و تربیت پر باقاعدہ توجہ نہ دی جا سکی۔ سیرت فریدیہ]

ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

[انھوں نے متوسط درجہ کی دینی تعلیم پائی تھی اور دینی علوم اور کتاب وسنت پر ان کی نظر گہری اور وسیع نہ تھی، جلد رائے قائم کر لینے اور جرأت کے ساتھ اس کا اظہار کرنے کے عادی تھے، وہ انگریزوں سے اس طرح متاثر ہوئے جس طرح کوئی مغلوب غالب شخص یا کوئی کمزور طاقتور سے متاثر ہوتا ہے۔ انھوں نے شخصی طور پر انگریزی تہذیب اور طرزِ معاشرت کو اختیار کیا اور دوسروں کو بھی بڑی گرم جوشی اور قوت کے ساتھ اس کی دعوت دی۔]

سی ایف اینڈ روز کی کتاب ''دہلی کے ذکاء اللہ'' میں ذکر ہے کہ:

''بچپن میں سرسید عیش و طرب کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے جہاں ناچ گانا ایک معمول تھا۔ سرسید بھی بلا تامل حصہ لیتے تھے۔ اس طرح وہ معاشرے کی تمام علتوں کا شکار ہوئے۔''

ظفر حسن لکھتے ہیں ''سرسید کا اصلی ایمان سائنس کے طریقہ کار یعنی مشاہدے پر ہے جسے وہ دلیل قطعی مانتے ہیں۔'' اب ہم کو اس بات پر غور کرنا باقی ہے کہ جس چیز کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور جس کو ہم نے دلیل قطعی

یعنی مشاہدے سے واقعی بیان کیا ہے قرآن مجید یا وہ احادیث صحیحہ جو بدرجہ یقین یا قریب بہ درجہ یقین یا قریب بہ ظن غالب پہنچی ہیں اور کوئی نقص یا کوئی وجہ ان کے انکار کی بھی نہیں ہے وہ تو اس کی مخالف نہیں ہیں، کیونکہ اگر وہ اس کی مخالف ہوں تو دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کرنا پڑے گا۔ یا اس مشاہدے کو غلط ماننا پڑے گا یا نعوذ باللہ اسلام کو غلط تسلیم کرنا پڑے گا۔ دوسرے لفظوں میں وہ ہر اس چیز کو جو سائنس کے خلاف ہو غلط سمجھتے ہیں، ان کا قول ہے اگر ورڈ اور ورک کے کسی حیثیت کے مطابق نہیں تو ایسا ورڈ ورڈ آف گاڈ نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ قیامت کے دن آسمان کے پھٹنے سے انکار کرتے ہوئے فرشتوں کے بارے میں لکھتے ہیں ''جب اڈا ہی نہ رہے گا تو بیٹھیں گے کاہے پر؟ [ظفر حسن، حالی اور سید کا نظریہ فطرت]

''سرسید اور حالی کے نظریہ فطرت'' کا دیباچہ لکھتے ہوئے سہیل عمر [ناظم اقبال اکادمی] نے بعض دلچسپ مباحث پر روشنی ڈالی ہے۔

''نشاۃ ثانیہ سے ادھر کی مغربی تہذیب سمیت تمام روایتی تہذیبیں بلکہ دینی روایتیں فطرت کا ایک مشترک تصور رکھتی ہیں اور جدید مغربی تہذیب ان کے مقابل ایک الگ اور انوکھے رجحان کی نمائندہ ہے۔ قدیم تہذیبوں میں باہمی اختلافِ افکار بھی ہے مگر اس کی حیثیت مجموعی تناظر میں ایک مانوس تنوع سے زیادہ نہیں۔

سرسید اور حالی کے افکار کی ٹھوس بنیاد نہ تھی:

اس کتاب سے یہ بات واضح طور پر قاری کے سامنے آجاتی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی نیت خواہ کتنی ہی نیک رہی ہو مگر ان کے افکار کسی ٹھوس علمی بنیاد سے محروم تھے۔ انھیں خود پتہ نہ تھا کہ جن تصورت کو وہ اٹل حقائق سمجھ رہے تھے، ان کی حیثیت ان کے زمانے کی مغربی تہذیب کے متروکہ ردی مواد سے زیادہ نہ تھی، اور اسے بھی زمانے کی ہوا نے جلد ہی ہباءً منثورا کر دیا۔

دیگر علوم کی طرح فطرت سے متعلق علوم میں ہمیں یہ چیز واضح طور پر نظر آتی ہے کہ ان علوم کا مقصد اور غایت ان علوم کے دائرے سے کہیں باہر ہے۔ یہ علوم اس تک پہنچنے کے مختلف وسائل تو اختیار کر سکتے ہیں مگر خود اس مقصود کا تعین نہیں کر سکتے، اس مقصود کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے مختلف علوم وفنون میں مختلف طریقے استعمال کیے۔ جن کا دائرہ تجربے اور مطالعے سے لے کر تعقل واشراق تک پھیلا ہوا ہے۔ مگر اس مقصود کا تعین تنزیل ربانی سے ہوتا ہے جو ایک ''بالادست'' عامل کی حیثیت سے یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کس روایت میں کون سے کونیاتی علوم پنپنے چاہئیں۔

سرسید نیچر کے انگریزی معانی سے ناواقف تھے:

سرسید نے روایتی علوم کی تعلیم نہیں پائی تھی۔ مابعد الطبیعیاتی شعور کا فقدان ان کے ہاں بالکل واضح

ہے لہٰذا دیگر دینی روایتوں اور تہذیبوں میں فطرت کے تصورات کا علم تو ایک طرف رہا، ان کو مسلمانوں کے کونیاتی علوم اور بالخصوص فطرت سے متعلق علوم کا بھی قرار واقعی علم نہ تھا۔ مسلمانوں کے لیے دلِ دردمند کے ہاتھوں مجبور ہو کر اصلاحِ معاشرہ کی دھن میں پیرویٔ مغرب میں ایسے جتے کہ اور بہت سے خیالات کی طرح انھوں نے فطرت کے بارے میں بھی مغرب سے بعض چلتے ہوئے نظریات لیے اور انھیں ادھ کچرا ہی نگل گئے، اور ان کی بنیاد پر تفسیر قرآن سے لے کر سیاست وسماجیات تک اپنے افکار کی عمارت اٹھا دی، مگر بات یہاں ختم نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر ظفر حسن کی تحقیق یہ ہے کہ فطرت کے برے بھلے جو بھی رائج الوقت معانی رہے ہوں سرسید اور دوسرے ''نیچری'' یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ لفظ نیچر انگریزی میں کتنے معانی رکھتا ہے۔ [دیباچہ سرسید وحالی کا نظریہ فطرت]

عبداللہ چکڑالوی چند اہم معلومات:

سرسید کے انتقال کے صرف چار سال بعد ۱۹۰۴ء میں مولانا عبداللہ چکڑالوی نے اپنے فرقہ ''اہل قرآن'' کا آغاز کیا۔ مولانا عبداللہ چکڑالوی مسلکاً بریلوی تھے ان کے والدِ محترم تونسہ شریف کے گدی نشین سلیمانؒ تونسوی کے مرید تھے، ایک مرتبہ ان کے والد صاحب عبداللہ چکڑالوی کو پیر صاحب کی خدمت میں لے گئے اور قدم بوسی کی ہدایت کی، عبداللہ چکڑالوی نے پیر صاحب کے پیر چھونے سے انکار کر دیا، پیر صاحب نے بچے کو شاباش دی اور قرآن کی آیت برجستہ سنائی ''یا بنی ولا تشرکو، انّ اشرک الظلم العظیم''۔ تونسہ سے واپسی کے سفر میں ان کی دنیا بدل گئی وہ اہل حدیث ہو گئے اور لاہور میں اہلِ حدیثوں کی مشہور مسجد چُنیا والی کے خطیب بنے۔ لیکن پھر اہلِ حدیث سے اہلِ قرآن بنے اور تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ ۱۹۰۲ میں ایک فرقہ نہایت جرات کے ساتھ قائم کیا جس کا نام ''اہل قرآن'' رکھا اس سے پہلے کسی نے اپنے آپ کو قرآن سے وابستہ فرقے کی حیثیت نہیں دی حتیٰ کہ خوارج نے بھی اس جرات کا اظہار نہیں کیا۔ انھوں نے قرآن کا مکمل ترجمہ کیا جو ''ترجمہ قرآن بہ آیات الفرقان'' کے نام سے موسوم ہے۔ مولانا چکڑالوی پنج وقتہ نمازوں کے قائل تھے اور موجودہ رکعتوں کے بھی لیکن قرآن کے اذکار کے قائل نہیں تھے۔ نماز میں التحیات درود وغیر کو غلط سمجھتے تھے۔ نماز میں اللہ اکبر کہنے کو انھو ں نے شرک قرار دیا ان کا استدلال تھا کہ کیا اللہ ''اصغر'' بھی ہوتا ہے۔ اللہ اکبر کی جگہ انھوں نے ''ان اللہ کان علی کبیرہ'' کی تسبیح ایجاد فرمائی جس کا مطلب ہے کہ ''بے شک اللہ علیم وخبیر تھا'' اعتراض ہوا کہ اللہ علیم وخبیر تھا تو کیا علیم و خبیر اب نہیں رہا۔ لفظی موشگافیاں کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں۔ مخالفین نے سوال کیا کہ قرآن میں احسن الخالقین، اور احکم الحاکمین کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ کوئی کمتر خالق اور کمتر حاکم بھی ہوتا ہے اس کا شرک سے کیا تعلق ہے؟ کیا خدا خود شرک کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ سورہ فاطر کی ایک آیت سے وہ پنج وقتہ نمازوں کا استدلال کرتے تھے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے فرشتے بنائے جن کے پر ہوتے ہیں دو دو تین تین چار چار۔

مولانا عبداللہ چکڑالوی نے ''اشاعت القرآن'' کے نام سے اپنا رسالہ بھی نکالا۔ اپنے ہم خیال لوگوں سے وہ ایک عہدنامے پر دستخط بھی لیتے تھے جو ''عہد نامہ عقائدِ اہلِ ذکر والقرآن'' کہلاتا تھا۔ انھوں نے تمام مکاتبِ فکر کی فقہہ موجودہ قواعد وضوابط اور اجماع سے انکار کیا اور فرمایا کہ صرف قرآن رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ وہ اذان کو غیر ضروری سمجھتے تھے اور سنت ونفل نمازوں کے قائل نہ تھے۔ سو فیصد مسلمان حالت نماز میں دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکتے ہیں لیکن اہل قرآن صرف ایک گھٹنے کو ٹیکتے تھے، اپنے آپ کو اذیت دینے کا یہ عمل عجیب وغریب تھا۔ نماز جنازہ اور تجہیز وتکفین کو وہ فضول ولغو چیز سمجھتے تھے ان کا خیال تھا کہ مرنے والوں کے لیے دعائے خیر اور خیرات ایک لایعنی اور لغو کام ہے۔

عبداللہ چکڑالوی اللہ اکبر کو شرک قرار دیتے تھے کہ کیا اللہ اصغر بھی ہوتا ہے اللہ اکبر کی جگہ ان اللہ کان علی کبیرا پڑھتے تھے کسی نے پوچھا کہ کیا اللہ بڑا تھا اب نہیں ہے یہ جواب تھا اکبر کا کیا اللہ چھوٹا بھی ہوتا ہے

عبداللہ چکڑالوی صاحب کا دعوی تھا کہ تمام ارکین اسلام قرآن سے ثابت کیے جاسکتے ہیں لیکن جب وہ ایسا نہ کرسکے تو تحریفات، بدعات، تخفیف، کتربیونیت کا عمل شروع ہوگیا، اس کے نتیجے میں فرقہ اہل القرآن مزید فرقوں میں تقسیم ہوگیا۔ مستری محمد رمضان [۱۹۴۰ء۔۱۸۷۵ء] نے قرآن کی روشنی میں نمازوں کی تعداد تین قرار دی، تمام نمازوں میں صرف دو رکعت برقرار رکھے اور نمازوں سے تلاوت کا عنصر خارج کردیا، وہ گجرانوالہ منتقل ہوگئے اور ''بلاغ القرآن'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا اور ''انجمن اہل الذکر والقرآن'' کی بنیاد رکھی، نمازوں کے سلسلے میں موقف کی وضاحت کے لیے انھوں نے ''اقیمو الصلوۃ'' کے نام سے ایک کتاب بھی تحریر کی۔

عبداللہ چکڑالوی نے حجیت حدیث سے صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ اسے شرک فی الکتاب قرار دینے لگے وہ لکھتے ہیں:

پس کتاب اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح کتاب اللہ کے احکام کو مانا جاتا ہے اسی طرح کسی اور کتاب یا شخص کے قول یا فعل کو دین اسلام میں مانا جائے خواہ فرضاً جملہ رسل وانبیاء کا قول یا فعل ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح شرک موجب عذاب ہے اسی طرح مطابق قرآن **الحکم الاللہ** اور **الالہٗ الخلق و الامر** اور **الا یشرک فی حکمۃ احداً**'، کے شرک فی الحکم یعنی دین میں اللہ کے حکم کے سوا اور کسی کا حکم ماننا بھی اعمال کا باطل کرنے والا باعث ابدی ودائمی عذاب ہے۔ افسوس شرک فی الحکم میں آج کل اکثر لوگ مبتلا ہیں''۔ [ترجمۃ القرآن بہ آیات الفرقان ص:۹۸]

''تعدد ازواج بحوالہ قرآن زنا میں داخل ہے۔ جس سے انبیاء ورسل علیہم السلام اور ان کی امت

پاک ہے اوران پر سراسر افتراء اور بہتان ہے''۔[اشاعۃ القرآن، مئی ۱۹۲۲ء،ص:۱۸]

عبداللہ چکڑالوی کے ایک اور معتقد سید رفیع الدین ملتانی نے صرف چار نمازوں کو درست قرار دیا اور اسے قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔[طلوع اسلام اگست ۱۹۷۶ء،ص ۵۹]

انھوں نے ایک نیا فرقہ بنایا ان کا خیال تھا کہ قرآن سے نماز میں صرف دو رکعتیں ثابت ہوئی ہیں تین چار رکعات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ استدلال انھوں نے قرآن کی اس آیت سے کیا جس میں حالتِ جنگ وخوف میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو نصف نماز ہے لہذا ان کا استدلال یہ تھا کہ مکمل نماز دو رکعات ہیں۔

عبدالہ چکڑالوی لاہور میں مسلم اول میاں چٹو کے گھر میں مقیم ہوئے اور وہیں ایک مسجد بھی بنالی، یہ مسجد آج کل مسلمانوں کی تحویل میں ہے کیوں کہ فرقہ اہلِ قرآن اب باقی نہیں رہا چکڑالوی کے ایک مرید مستری محمد رمضان گجرانوالہ نے ان کے نقطۂ نظر سے اختلاف کیا اور قرآن کی آیتوں سے تین نمازوں کا ثبوت پیش کیا اور اپنے فرقے کو اہل قرآن سے الگ کرکے نیا فرقہ بنایا جس کا نام رکھا اور ''بلاغ القرآن'' کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالا۔ یہ فرقہ بھی تاریخ کے کسی ورق میں محفوظ ہونے کا منتظر ہے۔

چکڑالوی صاحب کے جانشین مولوی حشمت علی تھے اور وہ رسالہ ''اشاعت القرآن'' نکالتے رہے، آخری عمر میں عبداللہ چکڑالوی کا آدھا دھڑ مفلوج ہوگیا تھا۔ ان کے حلقے کا خیال تھا کہ انھیں زہر دیا گیا تھا جب کہ ان کے مخالفین، حدیثِ نبوی سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے پیش گوئی کی ہے کہ جو میری مخالفت کرے گا وہ مفلوج ہوکر مرے گا۔ چکڑالوی صاحب نے معجزات، شفاعت، عذابِ قبر، ایصال ثواب اور تعدد ازدواج کا بھی انکار کیا حالانکہ قرآن میں بار بار تعدد ازدواج کا ذکر ہے لیکن عقل پر کلیتاً انحصار کے نتیجے میں آدمی اس مقام پر آجاتا ہے۔ انھیں قرآن پر بھی عبور حاصل نہ تھا انھوں نے ایک سائل کے جواب میں یہ فتویٰ لکھا کہ:

''رسول اللہ کو دوسرے انبیاء پر اہمیت دینا دوسرے انبیاء کی تحقیر وتذلیل ہے اور حوالے کے طور پر قرآن کی آیت لانفرق بین احد من رسولہٖ'' پیش کی (اشاعت القرآن مئی ۱۹۲۲ص ۱۲۔۱۴)

ان کی نظر سے قرآن کی یہ آیت نہیں گزری ''تلک الرسول فضلنا بعضھم علی بعض'' پہلی آیت میں مقام رسالت کا ذکر ہے جس میں سب برابر ہیں دوسری آیت میں ان کے درجات کا بیان جس میں فرق ہے۔

احمد دین امرتسر کا مکتب فکر: امت مسلمہ

اسلم جیراج پوری لکھتے ہیں مولانا احمد الدین صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے قرآن فہمی میں اپنی پوری زندگی صرف کی اور قرآن کو قرآن ہی سے سمجھتے رہے۔ وہ قرآن کے ایک ایک لفظ، ایک ایک آیت اور ایک ایک مسئلہ کی تشریح شواہد فطریہ اور دلائل عقلیہ کی روشنی میں صرف قرآن ہی سے کرتے ہیں۔ یہ بہت ممکن

ہے کہ ہم ان کی بعض تشریحوں سے متفق نہ ہوں۔ لیکن ان کے مسلک سے اختلاف کرنا ممکن نہیں ہے۔ مولانا موصوف اپنی مسئولیت اور ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں۔ اس لیے جو مطلب سمجھتے ہیں اس کو بلاخوف لومۃ لائم صاف صاف لکھ دیتے ہیں، مفہوم کے ہر پہلو پر ان کی نظر رہتی ہے اور سب کو نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے بیان میں طوالت ضرور آ جاتی ہے۔ مگر کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے پاتا...... وراثت کے مسائل کو انھوں نے خصوصیت کے ساتھ سمجھا ہے، ان کی یہ تفسیر مجتہدانہ شان رکھتی ہے۔ اور قرآنی تعلیمات کو قرآن ہی سے حل کرنے اور سمجھنے والوں کے لیے ایک نادر ذخیرہ ہے''۔ (سیرت احمد الدین، حصہ دوم، ص ۱۰۷) لیکن احمد دین امرتسری کا ذکر پرویز صاحب کے یہاں بالکل نہیں ملتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ پرویز صاحب اپنے استاد جیراج پوری سے متاثر ہوں مگر ان کے استاد سے متاثر نہ ہوں۔ یہ طریقہ پرویز صاحب کے اس فلسفے کے مطابق ہے کہ قرآن میں صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ نظام صلوٰۃ ہے اور اس سے مراد وہ نظام صلوٰۃ نہیں جو مساجد میں رائج ہے۔

پرویز صاحب نے سلیم کے نام خطوط میں سترہویں خط میں اپنے افکار ونظریات کے کاشانہ فکر میں کرنوں کا سبب صرف اور صرف علامہ اسلم جیراج پوری کو قرار دیا ہے لیکن اصلاً اس کاشانہ فکر میں بے شمار کرنیں جگمگا رہی تھیں، جن کا ذکر دانستہ نہیں کیا گیا۔ پرویز صاحب کے استاد خود اعتراف کرتے ہیں کہ خواجہ احمد دین کی تعلیمات نادر و مجتہدانہ ہیں۔ پرویز صاحب اس سے بے خبر رہے ہوں کیسے ممکن ہے؟

اس تغافل و تساہل کا سبب پرویز صاحب کی حکمت عملی تھی کیوں کہ احمد دین امرتسری اور ان کی جماعت امتِ مسلمہ پر ''اہلِ قرآن'' کی مہر لگ چکی تھی۔ احمد دین امرتسری قرآن پر تفکر اور تدبر فی الحدیث اور عبداللہ چکڑالوی سے بحث ومباحثے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ نمازیں تین ہیں اس کے برعکس سرسید اور اسلم جیراج پوری حجیت حدیث کا انکار کرنے کے باوجود عمل متواتر اور تعامل صحابہ کے قائل تھے۔ پرویز صاحب نے اپنی تحریروں میں فرقہ ''اہل قرآن'' کے عبداللہ چکڑالوی کا براہ راست ذکر کیا ہے اور اس فرقے پر سخت نقد کیا ہے لیکن احمد دین امرتسری کے بارے میں کامل سکوت اختیار کر کے اپنے ''ماخذ دین'' کو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رکھا ہے۔ منکرین حدیث، اہل قرآن، مصلحین اور متجددین کی تحسین وتعریف اور تردید و مذمت میں جتنی بھی کتابیں، رسائل وجرائد شائع ہوئے ہیں، خواہ وہ اردو میں ہوں، انگریزی میں یا عربی وفارسی میں، ان میں احمد دین امرتسری کا ذکر بہت مختصر ہے۔

علامہ عرشی: البیان:

علامہ عرشی حکیم فیروز الدین طغرائی اور احمد دین امرتسری کے شاگرد تھے، انھوں نے احمد دین امرتسری پر بہت کام کیا۔ انھوں نے علامہ اقبال کی مثنوی اسرار خودی کے خلاف مثنوی لکھی تھی دورہ حدیث مولانا

حسین علی سے کیا تھا، علامہ مشرقی بھی احمد دین امرتسری سے متاثر تھے۔ علامہ نے احمد دین کی ''تفسیر بیان للناس'' سات جلدوں کی تلخیص ''قرآن سے قرآن تک'' ایک جلد میں کی جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے اور کراچی سے ۱۹۷۵ء میں مکتبہ معارف قرآن کی جانب سے شائع ہوئی، احمد دین امرتسری کی دیگر کتابوں میں برہان القرآن، میراث القرآن، اسلام، خیر کثیر در اثبات وجود رب قدیر کو اہم مقام حاصل ہے۔ عرشی امرتسری کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں:

''ملت ابراھیم''، جنّ''، ''تحقیق قربانی'' [تاریخ صف اول اور قرآن کی رو سے]، ''تاویل تنزیل'' [بہائیوں کے رو میں لکھی گئی ہے]، ''مسیحیت کی آغوش میں''، ''جنت کا گہنا''، ''قرآنی پیشین گوئیاں''، ''نقشہائے رنگ رنگ'' [فارسی کلام کا مجموعہ]، ''رسوا کیا مجھے''۔

علامہ عرشی نے سوانح احمد دین امرتسری دو جلد میں مرتب کی تھی، اس کا نسخہ نہیں مل سکا بعض معلومات سے اندازہ ہوا کہ ''البیان'' کے دو شمارے تھے جو اسی نام سے شائع ہوئے تھے لیکن اس کی تصدیق نہیں ہوسکی۔

خواجہ دین احمد امرتسری (۱۸۶۱۔۱۸۳۶) مسلکاً اہل حدیث تھے وہ صرف دو نمازوں کے قائل تھے خواجہ صاحب ممتاز اہل حدیث عالم مولانا غلام علی قصوری کے شاگرد تھے۔ خواجہ احمد ین امرتسری نماز کو قرآن سے حجت نہیں سمجھتے تھے اور اسے رسول اللہ کا اجتہاد سمجھتے تھے اور چوں کہ ہر امتی مجتہد کے درجے پر فائز ہے لہذا اپنے اجتہاد کے ذریعے انھوں نے دو نمازوں کا تکلف فرمالیا حالاں کہ اس تکلیف کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

غلام علی قصوری بہت بڑے عالم تھے۔ ایک جانب احمد دین ان کے شاگرد تھے تو دوسری جانب احمد اللہ جو غلام علی قصوری کے شاگرد بھی تھے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے استاد بھی۔

غلام علی قصوری کی تقریر ''حسبنا کتاب اللہ'' پڑھ کر خواجہ احمد دین صاحب قرآن سے متاثر ہوئے یہ اثر حدیث کے انکار پر ختم ہوا۔ قرآنِ کریم کی تفسیر، تفسیرِ بیان للناس کے نام سے چھ جلدوں میں مکمل کی، وراثت کے موضوع پر ۱۹۱۷ میں ''معجزہ قرآن در بیان میراثِ مسلمان'' تحریر کی۔ اس کتاب کا اصلاً جیراج پوری نے مکمل سرقہ کیا۔ اور جب کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ میں نے خواجہ صاحب سے استفادہ کیا ہے۔ امرتسر سے حکیم شہاب الدین نے ماہنامہ بلاغ شائع کیا تو اس میں پابندی سے مضامین لکھتے رہے۔ امتِ مسلمہ کے نام سے خواجہ احمد دین امرتسری کے معتقدین نے ایک تنظیم قائم کی۔ اس کے صدر میاں محمد بخش سوداگر صابون تھے اور امرتسر میں ۱۲۰ ایکڑ پر مشتمل زمین پر توحید باغ عرشی امرتسری کی زیر نگرانی قائم کیا جس میں مسجد مدرسہ، اسکول اور کتب خانہ اور منتظمین کے مکانات تعمیر کیے گئے۔ امتِ مسلمہ آریہ سماجیوں سے مناظروں میں مصروف رہتی تھی اور ان مناظروں میں اہلِ قرآن آریہ سماجیوں کو شکست دیتے تھے لہذا تقسیم ہند کے موقع پر آریہ سماجیوں نے توحید باغ جلا کر

خاکستر کر دیا۔ تقسیم ہند سے پہلے بلاغ بند ہوگیا تھا اور ''البیان'' کے نام سے ۱۹۳۷ء میں نیا رسالہ عرشی امرتسری کی ادارت میں امرتسر سے شائع ہونے لگا۔ یہ رسالہ ۱۹۵۲ء تک نکلتا رہا صرف دو سال کا وقفہ ۴۹۔۴۷ کے درمیان آیا، ۴۷ کے بعد رسالہ لاہور منتقل ہوگیا۔

ابراہیم حنیف امت مسلمہ کے مفکرین میں بہت بڑے ماہر لسانیات تھے نمازوں میں تین نمازوں کے قائل تھے اور داعی الالحق کے نام سے علماء وقت سے طویل خط وکتابت اور مناظرے کرتے اور مضامین لکھتے تھے۔

سرسید اور جیراج پوری ارکان اسلام کی قدیم ہئیت کو من وعن قبول کرتے ہیں۔ سرسیدؒ قرآن کی من مانی تاویلات اور حدیث کے صریحاً انکار کے باوجود اسلام کے قدیم ڈھانچے کو برقرار رکھتے ہیں اور اس میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں۔ سرسید کی یہی قدامت پرستی عزیز احمد کو بہت کھلتی ہے اور وہ لکھتے ہیں: [اسلامی عقیدہ اور ایمان کے مجوزہ رسمیات کے سوال پر ان کی چونکا دینے والی قیاسی عقلیت پسندی کے باوجود انھیں قدامت پرست اور مقلد ہی کہا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کی مروجہ عبادت (صلوٰۃ) کو وہ منطقی طور پر مکمل اور ساخت کے لحاظ سے ناقابل تغیر سمجھتے تھے''۔

اسلم جیراج پوری حجیت حدیث کا انکار کرتے ہیں لیکن اسلام کے ارکان اور ڈھانچے کو رسول اللہ کا عمل سمجھتے ہوئے اسے برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ''چنانچہ ہمارے رسولؐ نے جملہ احکام قرآنی مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر عمل کر کے دکھلا دیا اور مسلمان اسی نمونہ پر عمل کرنے لگے۔ یہ اسوہ حسنہ امت کے پاس عمل متواتر کی شکل میں موجود ہے جس کے مطابق رسول اللہ کے عہد سے نسلاً بعد نسل وہ عمل کرتی چلی آئی ہے اس لیے یہ یقینی ہے اور دینی ہے اور اس کی مخالفت خود قرآن کی مخالفت ہے۔ [ص ۱۵۶، تعلیمات قرآن اسلم جیراج پوری]
غلام احمد پرویز نے اسلم جیراج پوری کی شاگردی اختیار کی ان سے ایک سال تک عربی زبان کی تحصیل کی اپنے موقف کی وضاحت میں بار بار وہ اسلم جیراج پوری کا حوالہ دیتے ہیں، لیکن انھوں نے عمل متواتر، اور اسوہ حسنہ کے نقطہ نظر کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا چونکہ پرویز صاحب کو ایک مضبوط سہارے کی ضرورت بھی تھی لہٰذا کبھی اسلمؒ جیراج پوری پر انھوں نے نقد ونظر نہیں کیا۔

سرسیدؒ اور اسلمؒ جیراج پوری کی یہ تاویلات اور شعائر اسلامی کے سانچے اور ڈھانچے کو برقرار رکھنے کا نقطہ نظر انھیں سواد اعظم کے ساتھ جوڑ کر رکھتا ہے، لہٰذا پرویز صاحب نے ان دونوں شخصیات کا سہارا لیا تاکہ امت سے مربوط رہ سکیں انھیں امت کا حصہ سمجھا جائے اور انھیں احمد دین امرتسری، عبداللہ چکڑالوی مستری محمد رمضان اور رفیع ملتانی کی طرح رد نہ کیا جاسکے۔

واضح رہے کہ احمد دین امرتسری کی کتاب ''میراث اسلام'' کا اسلم جیراج پوری نے عربی میں

''الوراثت فی الاسلام'' کے نام سے ترجمہ شائع کیا اور اسے اپنی تصنیف قرار دیا۔ جب ان پر سرقہ کا الزام عائد کیا گیا تو فرمایا کہ میں نے احمد دین امرتسری سے استفادہ کیا ہے۔لیکن اگر سرقے کا یہ معاملہ محض احمد دین امرتسری کی کتاب تک محدود رہتا تو اس الزام کو رد کیا جاسکتا تھا لیکن اسلم جیراج پوری کی مشہور کتاب ''تاریخ امت'' جو چار جلدوں میں شائع ہوئی خضری کی کتاب ''تاریخ امت'' کا سرقہ ہے۔

برعظیم پاک و ہند میں جدیدیت کی تاریخ جب بھی لکھی جائے گی اس میں کرامت جونپوری، سرسید احمد خان، عبداللہ چکڑالوی، احمد دین امرتسری اور غلام احمد پرویز کو مرکزی مقام دیا جائے گا۔ سرسید احمد خان جدیدیت کے نئے مکتبہ فکر کے بانی تھے۔ جدیدیت کے ضمن میں کرامت جونپوری اور خواجہ احمد دین امرتسری کو دانستہ نظر انداز کر دیا گیا ہے اور پاکستان، ہندوستان اور یورپی ممالک کے علمی و تحقیقی کاموں میں ان دونوں بزرگوں پر کوئی تفصیل نہیں ملتی مشہور مستشرق J.M.S Baljon کی کتاب [Modern Muslim Quran 1880-1960]

غلام احمد پرویز اور علامہ مشرقی کے حوالوں سے مزین ہے اس میں خواجہ احمد دین امرتسری کا جب بھی حوالہ آیا ہے صرف ''البیان'' کے حوالے سے آیا ہے، ان کی تصانیف سے براہ راست کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دیباچے میں مصنف نے اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب کے سلسلے میں علامہ مشرقی اور غلام احمد پرویز نے ان کے ساتھ بے حد تعاون کیا لہٰذا یہ پوری کتاب ان دونوں کے افکار کے گرد گھومتی ہے۔ دونوں احمد دین امرتسری سے متاثر تھے لیکن دونوں نے انھیں اپنا پیر و مرشد تسلیم نہیں کیا اور پیر و مرشد کی کسی کتاب کا براہ راست ترجمہ یا حوالہ اس وقیع انگریزی کتاب کے مصنف کو فراہم نہیں کیا۔

جیراج پوری کے خیال میں قرآن کو سمجھنے، پڑھنے اور بیان کرنے کے لیے کسی بیرونی ذریعے خارجی سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں اس کو سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان کی تسلی بخش صلاحیت درکار ہے۔

عنایت اللہ مشرقی اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے درست اور حقیقی معنی قرآن کے اندر ہی محفوظ و مامون ہیں اور ان کی کامل تشریح و تفسیر و تفصیل اس کے صفحات میں مقید ہے۔ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی کامل تشریح کرتا ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لیے نہ فلسفہ کی ضرورت ہے نہ دانش کی نہ لغت کی حتیٰ کہ حدیث کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ جیراج پوری اور عنایت اللہ مشرقی دونوں احمد دین امرتسری سے شدید متاثر تھے۔ یہی حال پرویز صاحب کا بھی ہے لیکن ان تینوں کے یہاں وہ علمی گہرائی نہیں ہے جو احمد دین امرتسری کے یہاں نظر آتی ہے۔

غلام احمد پرویز نے عبداللہ چکڑالوی اور احمد دین امرتسری سے بھرپور استفادہ کیا لیکن اپنی کسی تحریر میں ان

دونوں کا حوالہ دینا پسند نہیں کیا۔ بلکہ عبداللہ چکڑالوی کے خلاف تو کھلم کھلا تنقید کی اور اپنے فرقے کو اہل قرآن سے الگ رکھا۔ احمد دین امرتسری کے خلاف ملفوف تبصرہ کیا۔ مثلاً البیان امرتسر طلوعِ اسلام کو تبصرے کے لیے بھیجا گیا تو انھوں نے یہ طنزیہ تبصرہ کیا ''سب کو معلوم ہے کہ منکرین حدیث کا امرتسر میں ایک فرقہ امت مسلمہ کے نام سے ہے وہ بھی انتہا پسند ہے رسول اکرمؐ کے بارے میں ان کا انداز تحقیر آمیز ہے''۔ البیان نے اگلی اشاعت میں طلوع اسلام کے الفاظ نقل کر کے یہ تبصرہ کیا ''ہم پرویز صاحب کو فکرِ قرآنی میں اپنا ساتھی سمجھتے تھے لیکن تبصرے سے پیشہ ورانہ رقابت نظر آتی ہے۔ یہ انداز انھوں نے کیوں اپنایا یہ ان کا ظرف ہے ہم ان سے سوال کریں گے کہ آپ متعین کر کے بتائیں کہ ہم نے رسول اللہ کی کہاں بے ادبی کی ہے یا تو آپ نشاندہی فرمائیں یا تو معذرت پیش کریں۔

پرویز صاحب غیر علمی گفتگو کے عادی ہیں مثلاً رسول اللہ نے نظام ربوبیت قائم فرمایا، پوری اسلامی تاریخ اس اصطلاح سے خالی ہے۔ صرف ابوالکلام کے یہاں یہ اصطلاح تھی، وہاں سے مستعار لی گئی۔ پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک صندوق تھا جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپؐ اس صندوق میں پڑی ہوئی قرآن کی ماسٹر کاپی میں لکھوا لیتے تھے۔ [یہ بے بنیاد استدلال ہے جس کا کوئی حوالہ نہیں]

علامہ اقبال کا فکر و فلسفہ اور اقبال شناسی:

اقبال کا المیہ کیا تھا ڈاکٹر منظور احمد اپنی کتاب اقبال شناسی میں اقبال کے فکر و فلسفہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''دوسری جنگ عظیم کے وقت مسلم دنیا میں صرف چار ممالک ایسے تھے جو استعمار کے استحصالی قبضے میں نہیں تھے باقی سب جگہ انگریزوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں کا قبضہ تھا، اقبال کو شاندار ماضی سے اس طرح محروم ہو جانے کا قومی احساس تھا۔ اقبال فی نفسہ مفکر نہیں تھے ان کی فکر کا بنیادی محرک مسلمانوں کی بالعموم اور برعظیم کے مسلمانوں کی بالخصوص حالت زار تھی اقبال کو مسلمانوں کے صرف جاہ و منزلت سے محروم ہو جانے کا قلق نہیں تھا بلکہ ان کے مطالعے نے بتایا کہ مسلمانوں نے علم کی مسند بھی مغرب کے لیے خالی کر دی ہے اور مغرب نے ان کے علمی اثاثے کے بل بوتے پر فلسفہ اور جدید سائنس کی شاندار عمارت تعمیر کر لی ہے۔ انھوں نے اس حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں میں روشن خیالی پیدا نہ ہونے کے اسباب کیا ہیں اور نشاۃ ثانیہ صرف ان تہذیبوں کا حصہ کیوں بنی جو یہودی اور عیسائی مسلکوں پر عمل پیرا تھے۔ مسلم زوال کی وجوہات اقبال کی نظر میں تصوف، ارسطو کی منطق پر اصرار، مذہب کا رشتہ طاقت کے ساتھ نہ جوڑنا، تخلیقی عزائم کا فقدان، مسلمانوں کا معرفت اور روحانی سکون کو منزل سمجھنا، وہ لکھتے ہیں کہ روحانی تجربہ مقصود بالذات نہیں بلکہ عمل کے لیے مہمیز ہے، ایک صوفی اور پیغمبر میں یہی فرق ہے کہ صوفی مقام وصال میں فنا ہو جاتا ہے اور پیغمبر اس سے نکل کر عمل میں مصروف ہو جاتا ہے۔''

اس مقام کی تشریح کرتے ہوئے کسی نے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ اگر

انھیں معراج نصیب ہوتی تو وہ کیا کرتے،صوفی صاحب نے جواب دیا میں قرب الٰہی دیدار الٰہی کے بعد دنیا میں واپس نہ آتا،ایک صوفی اور پیغمبر میں یہی فرق ہے۔صوفی تجلیات میں کھو جاتا ہے اور عرش کو مسکن بنا کر اپنی دنیا میں گم ہو جاتا ہے۔پیغمبر تجلیات کا مشاہدہ کر کے عرش سے فرش پر لوٹ آتا ہے اور گم کردہ راہ لوگوں کو ہدایت کی راہ پر لگانا مقصد زندگی سمجھتا ہے۔

''اقبال نے زوال کا جو حل پیش کیا وہ سہ سمتی تھا اول مذہب کی ماہیت کہ یہ اپنی اصل میں کیا ہے۔ اس اصل پر ایک حرکی مابعد الطبیعیات کی عمارت کی تعمیر،کہ مسلمان آمادہ عمل ہو[آمادہ ترقی]ایک سماجی نقطہ نظر مہیا کرنا جو تہذیبی غلبے اور تسلط کو جواز فراہم کر سکے اقبال کی فکر پر چار مغربی مغربی مفکرین کے اثرات نمایاں ہیں ان میں ایک ولیم جیمس ہے اس کی کتاب Varieties of Experience کے اثرات خطبات اقبال میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

''جیمس وارڈ [۱۹۲۵۔۱۸۴۳ء] ولیم رچی سورلے [۱۹۳۵۔۱۸۵۵ء]، جان مکٹیگرٹ [۱۹۲۵۔۱۸۶۶ء] یہ تینوں کیمرج میں فلسفہ کے اساتذہ تھے وارڈ کی فلسفیانہ فکر مذہبی تصوریت پر مبنی تھی وہ ہکسلے اور اسپنسر پر تنقید کرتا تھا۔سورلے کے فلسفیانہ خیالات Moral Values & the Idea of God میں کیمبرج سے ۱۹۱۸ میں شائع ہوئے۔ان تینوں اساتذہ کے فلسفے کائنات کا روحانی تصور پیش کرتے ہیں۔ان تینوں مفکرین کے زیر اثر خطبات اقبال ۱۹۲۹ء میں پیش کیے گئے مصروفیات کے باعث اقبال تصوریت کے متزلزل فلسفے کے مباحث سے واقف نہ تھے ورنہ وہ اپنے بعض خیالات میں تبدیلی پیدا کر لیتے''۔[اقبال شناسی ۴۳۔۴۴]

''خودی کا فلسفہ بھی انہی اساتذہ سے مستعار ہے اور مغربی فکر کا شاخسانہ ہے'' جہاں اظہار ذات ہی اصل زندگی ہے۔کیونکہ وجود سے پہلے اور موت کے بعد زندگی اظہار کے قابل نہیں ہوتی۔اسلام میں اظہار ذات کی اجازت نہیں۔یہاں فناء ذات ہے۔یہاں عبودیت،تسلیم ورضا اور سرافگندگی ہی حاصل زندگی ہے اس عجز و نیاز سے وہ شخصیت جنم لیتی ہے جو صحرا میں پھول کھلاتی،فرش پر رہ کر عرش سے کلام کرتی اور سینہ صحرا سے حباب اٹھاتی ہے اور جس کا ہر عمل گوہر زندگی ہوتا ہے۔

''اقبال نے اسلامی فکر کے اس دعویٰ کو کہ ''اسلام آخری شریعت فراہم کرتا ہے اور اس میں کسی ردوبدل کی گنجائش نہیں بلا کسی تنقید کے قبول کر لیا ممکن ہے اس کی وجہ وہ بے پناہ دباؤ جس کا جبر اتنا سبک ہے کہ انسان اس کو شعوری طور پر محسوس نہیں کرتا'' منظور احمد کے خیال میں اسلام کو شریعت ماننا جبر سبک ہے حالانکہ اقبال کا یہ وصف انھیں جدیدیت پسندوں سے الگ کر کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کی صف میں شامل کرتا ہے اور یہاں ان کی شاعری صور اسرافیل،نغمہ جبرئیل،بانگ درا اور شعلہ نوا بن جاتی ہے۔

دونوں [یعنی مذہب اور سائنس] ٹھوس تجربے سے اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں اور دونوں میں تضاد اس غلط فہمی سے پیدا ہوتا ہے کہ دونوں کا نقطۂ آغاز تجربہ کا ایک ہی مواد ہے۔[ص ۲۵، خطبات لاہور ۱۹۵۴ء]

سچی بات یہ ہے کہ مذہبی اور سائنسی اعمال اگرچہ مختلف طریقہ کار استعمال کرتے ہیں لیکن اپنے مقصد میں یکساں ہیں دونوں کا مقصد حقیقت نمائی تک پہنچنا ہے۔ درحقیقت مذہب ان اسباب کی بناء پر جو میں نے اوپر بیان کیے ہیں سائنس سے زیادہ حقیقت اعلیٰ تک رسائی کے لیے بے تاب ہے۔[ص ۱۹۵۔۱۹۶۔ خطبات اقبال لاہور ۱۹۵۴ء]

کائنات روحانی اکائیوں کا مجموعہ ہے۔.................. انسانی زندگی کے مظاہر جو حیات اور شعور میں حقیقت کے روحانی پہلو کو واضح کرتے ہیں جدید سائنس اس روحانیت کی تفہیم میں ہماری مدد کرتی ہے اور اس طرح سائنس مذہب کی مدد و معاون ثابت ہوتی ہے''۔

خطبات اقبال کے ان اقتباسات پر تنقید کرتے ہوئے ڈاکٹر منظور الدین احمد بہت عمدہ تبصرہ کرتے ہیں، ''مذہب کی تائید و توثیق اور احیاء کے لیے سائنسی تصورات سے تائید اور مذہبی اعتقادات کے لیے جدید سائنس سے استدلال پائے چوبیں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے'' [اقبال شناسی ص ۷۹]

''سائنسی تصورات کو مذہب کی حمایت میں استعمال کرنا کمزور دلیل ہے ان کی مدد سے مذہبی حقائق کا احاطہ و احصاء ممکن نہیں''۔ علامہ اقبال کے خطبات کا مرکزی خیال جدید فکر کی مدد سے مذہب کا جواز مہیا کرنا ہے'' جو محال ہے کیونکہ جدید فکر کے نتیجے میں انسان آخرت کے بجائے تسخیر کائنات کا اسیر ہو کر طالب دنیا بن جاتا ہے اور دنیا ہی حاصل زندگی ہوتی ہے کیونکہ جدیدیت کے بنیادی آدرش آزادی، مساوات اور خیر و شر کے معیارات کا خود تعین اور زندگی کو کسی خارجی ماخذ سے جانچنے کے بجائے اپنی ذات کو ہی اصل منہاج و میزان سمجھنے کے نتیجے میں انسان تو صرف خدا کو ہی نہیں کھوتا بلکہ دنیا کو بھی کھو دیتا ہے۔ جدیدیت کے منصوبے کا اصل جوہر مابعد جدیدیت دور میں سامنے آیا لہٰذا پوسٹ ماڈرن ازم میں حقیقت کی تلاش اور مابعد الطبیعیات سوالات کے جوابات دینے کے بجائے ان سوالات کو فکر و نظر اور بحث و نقد سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ان امور پر سوالات کے وجود سے کوئی بحث نہیں۔ جدید مفکرین کے یہاں موت کے بارے میں ایک بھیانک خاموشی ہے مابعد الطبیعاتی سوالات ان کا موضوع ہی نہیں ہے Every day life اور اس کو بسر کرنے کے طریقے ہی حاصل فکر بن گئے ہیں جو جدیدیت کے تصور آزادی اور تصور تسخیر کائنات و فطرت کے فطری حاصلات ہیں۔ انسان کا رشتہ اس کی تاریخ روایات مذہب سے کاٹ کر اسے ایک کھلونا بنا دیا گیا ہے۔ سائنس اور فلسفہ کی محدود فکر خیر مطلق [مابعد الطبیعیات] کا ادراک کیسے کر سکتی ہے۔ یہ ادراک ممکن ہی نہیں تھا لہٰذا مابعد جدیدیت کے مفکرین نے ان سوالات کو غور و فکر کے دائرے سے خارج کر دیا۔

فقہ القرآن:

فقہ القرآن کی تعریف مولانا سعید الرحمٰن علوی، اسحاق سندیلوی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء، اور مولانا سعید احمد اکبری آبادی نے کی اس کے بعض اجزاء ''حقوق نسواں'' پر پروفیسر دین محمد قاسمی نے تنقید کی ہے۔ مولانا یوسف لدھیانوی نے صرف رجم والے عنوان کو لیا ہے اور اس پر نقد کیا ہے اس کے سوا کوئی جامع تنقید نہیں لکھی گئی۔ مولانا منظور احمد نعمانی نے ''الفرقان'' کی ایک خاص اشاعت میں اہم کتابوں کے طور پر اس کا نام شامل کیا ہے۔ عنایت اللہ سبحانی نے اس سے متاثر ہو کر رجم پر کتاب لکھی ہے۔ جاوید احمد غامدی اور ان کے حلقہ اثر میں بھی اس کتاب کے اثرات محسوس ہوتے ہیں لیکن اشراق میں فقہ القرآن پر کبھی تبصرہ نہیں کیا گیا اور نہ کبھی اس حلقے کی تحریروں میں اس کا کوئی حوالہ دیا گیا۔ اس کتاب پر مصنف کا نام عمر احمد عثمانی درج ہے لیکن ایک فرانسیسی محقق کے مطابق اس کے مصنف علامہ طاہر مکی ہیں۔

ابوالکلام آزادؒ اور مولانا مودودیؒ کے بارے میں چند باتیں:

جدیدیت پسندی کے بعض اثرات راسخ العقیدہ علماء میں بھی دیکھے گئے ہیں یہ ان کی کمزوری ہے لیکن عملاً یہ علماء جدیدیت کے سخت مخالف ہیں اور ان کی تحریر اور ان کی تحریکوں نے جدیدیت پر کاری ضرب لگائی۔ ان راسخ العقیدہ علماء کے بعض تسامحات ملاحظہ کیجیے مثلاً:

جدید ترکی میں مصطفیٰ کمال اتاترک نے اصلاحات کے تحت میراث اور گواہی میں مرد اور عورت کو برابر قرار دیا۔ ایسی ہی دوسری اصلاحات کے بارے میں ابوالکلام آزاد نے کہا تھا۔ اتاترک شریعت کو چھوڑے بغیر بھی یہ اصلاحات جاری کر سکتے تھے۔ [اسلامی احکام وفقہ میں ترمیم مولانا آزاد کی نظر میں محمد شعیب عمری،

۵۸ میں ایک انٹرویو میں مولانا آزاد نے عورت کے سربراہ مملکت بننے کو جائز قرار دیا تھا اس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا مودودی نے ترجمان القرآن میں تحریر کیا تھا کہ ''جس شخص کے یہ خیالات ہوں اس کی جگہ اسلام کے دائرے کے اندر نہیں ہو سکتی''۔ واضح رہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی ایک فتوے میں عورت کے سربراہ مملکت بننے کو جائز قرار دیا تھا۔

مولانا مودودی نے فاطمہ جناح اور ایوب الیکشن میں اھون البلیتین کے اصول کے تحت فاطمہ جناح کی حمایت کرتے ہوئے یہ دلیل دی تھی کہ فاطمہ جناح میں سوائے اس کے کوئی خامی نہیں کہ وہ عورت ہیں اور ایوب خان میں سوائے اس کے کوئی اچھائی نہیں کہ وہ مرد ہیں۔

پچاس کے عشرے میں جماعت اسلامی کا روزنامہ تسنیم جاری ہوا اور چند سال بعد بند ہو گیا اس اخبار میں کوئی تصویر شائع نہیں کی جاتی تھی۔ معیاری اخبار تھا، ۲۳؍ مارچ ۱۹۷۰ء کو جماعت اسلامی نے دوبارہ اخبار

جسارت جاری کیا تو تصاویر شائع کی جانے لگیں۔

حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی کتاب اسلام کا اقتصادی نظام ۱۳۴۸ھ میں دہلی سے شائع ہوئی تو مولانا مودودیؒ نے ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۴۰ء جنوری ۱۹۴۱ء میں لکھا ''اشتراکیوں کو راضی کرنے کے لیے یہ ایک اچھی تبلیغی کوشش ہے۔

مولانا مودودیؒ کا نظریہ حدیث:

مولانا مودودی کے تین اہم مضامین جن میں حدیث پر نقد ونظر کی جھلک ملتی ہے غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب مقام حدیث میں حدیث کے کے لیے ان کو حوالے کے طور پر استعمال کیا۔ آزادی کا اسلامی تصور [تفہیمات ۱۱۳۔۹۸]، اتباع واطاعت رسول [۲۸۱۔۲۷۳]، رسول کی حیثیت شخصی وحیثیت بشری [۲۸۱۔۲۷۳]، انہی مضامین کی بنیاد پر مولانا اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب جماعت اسلامی کے نظریہ حدیث میں گرفت کی تھی۔ لیکن مولانا مودودیؒ نے سنت کی آئینی حیثیت لکھ کر ان تمام شبہات، اعتراضات، خدشات، وسوسوں اور اندیشوں کا خاتمہ کر دیا جو سنت وحدیث کے حوالے سے مولانا کے معترضین نے پیش کیے تھے۔

معتزلہ حنفی تھے اور اہل قرآن اہل حدیث تھے:

آئینہ پرویزیت کے مصنف نے درست لکھا ہے کہ تمام معتزلہ حنفی تھے اور اس کی وجہ امام اعظم کی ایک کمزوری کہ وہ کوئی نئی حدیث سن کر اس پر جسارت سے تنقید کر دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ ''اہل الرائے'' کے نام سے مشہور ہیں۔ کیلانی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ جن لوگوں نے جدیدیت کے معاملے میں ظن واشتباہ کو پیدا کیا وہ اپنے آپ کو حنفی کہلانے میں عافیت سمجھتے تھے، معتزلین بھی حنفی تھے، پرویز صاحب بھی فقہ حنفی کے مطابق نماز پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، پھر جن لوگوں کے نام پرویز صاحب نے گنوائے ہیں، عبیداللہ سندھی، حمیدالدین فراہی، مناظر احسن گیلانی، یہ سب حنفی ہی تھے۔ البتہ پرویز صاحب نے سید سلیمان ندوی کا نام خواہ مخواہ درج کر دیا۔ یہ وہ شخصیت ہیں جنھیں اقبال نے اپنے خطبات برائے تبصرہ وتنقید بھیجے تو آپ نے ان خطبات کے مضامین سے اتفاق نہ رکھتے ہوئے اس پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ [۶۵۴] اشاعت سوم جنوری ۲۰۰۳ء۔]

لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ انیسوی صدی کے منکرین حدیث کے سربرآوردہ لوگوں میں سرسید احمد خان، خواجہ احمد دین امرتسری، عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری سب اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ سرسید احمد خان پہلے حنفی تھے اور نقش بندی سلسلے میں شاہ غلام علی سے بیعت تھے لیکن بعد میں وہابی ہو گئے، ان کا کہنا تھا کہ شیخ الکل میاں نذیر حسن محدث دہلویؒ کو وہابی بنانے والا میں ہوں، سرسید کی پہلی دینی کتاب ''راہ سنت ورد بدعت'' ہے جو ۱۸۵۰ء میں شائع ہوئی۔ سرسید توحید پرستی اور رد بدعات کے سلسلے میں بہت متشدد تھے۔ اس

بنیاد پر کوئی محقق یہ دعوی کر سکتا ہے کہ پہلی صدی کے منکرین حدیث حنفی تھے تو چودھویں صدی ہجری کے منکرین حدیث اہل حدیث تھے لیکن یہ دعوی درست نہیں ہے۔ اس قسم کے دعوے کرنے والے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل کی نسل سے تعلق رکھنے والے ممتاز حنفی محدث عبدالخالقؒ کے داماد سید نذیر حسین محدث دہلوی تھے اور شیخ الکل کو اہل حدیث ایک حنفی نے بنایا تھا، یہ مدعی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ عبدالخالقؒ کے صاحبزادے حضرت عبدالقادرؒ کے داماد ڈپٹی نذیرؒ احمد تھے جو سرسید کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے اور جن کی کتاب ''امہات الامۃ'' اور ''ترجمہ قرآن'' نے بہت سے جدید فتنے پیدا کیے لہٰذا ان تینوں کا مرکز ایک حنفی حضرت عبدالخالقؒ کا خانوادہ تھا۔ ظاہر ہے یہ غلط اور بالکل غلط طرز استدلال ہوگا۔ انکار حدیث کے فتنے کا تعلق کسی مکتب فکر سے وابستگی یا تقلید نہیں بلکہ اس فتنے کا اصل سبب ''عقل'' کی برتری اور افضلیت کا تصور ہے جو شخص بھی اللہ رب العزت کے کلام اور رسول اکرم کی سنت اور اسوہ حسنہ کے مقابلے میں اپنی عقل کو بہتر اور برتر سمجھے گا خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد وہ صراط مستقیم سے بھٹک کر رہے گا اور ایسا شخص قدیم وجدید اصطلاح میں Modrenist کہلائے گا، کیونکہ تحریک تنویر اور تحریک رومانویت عقل استقرائی وعقل استخراجی اور وجدان کے ذریعے علم، حقیقت کلی اور خالق کائنات اور خیر وشر کو بغیر کسی خارجی ذریعے کے پالینے کا دعویٰ کرتے ہیں یہی غلطی خوارج سے ہوئی یہی غلطی مرجئہ، قدریہ، معتزلہ نے کی اور غلطیوں کا یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

La Vague De Modernisme en Asie

Oma Badouika

Anjourd' hui le numereaux de les musulmans orthodoxe ulema qui ont ete influence et daube par le philosophie et pense d' ouest va augmenter par jour.

En ce environ l' Egypte est excellere parmi tous les pays Islamique, y une groupe Nouvelle Islamistes, dans le cadre de Muhammad Alghazali et Yousuf Qurdawi rendrent bizarre intrepretation d' Al Quran et le sunnah. Ce groupe ne refute pas le Quran ou Sunnah mais clarifient tous les commendements d' Al Quran et Sunnah par le piere de touche de le philosophie d'ouest et croient que l'epistemologie d'ouest est le meilleur que

de l'islame. On peux voir l'influence peu de le modernisme en Inde, y Allama Iqbal, Muhammad Ali Jauhar, Abul Kalam Azade, Maulana Abul ala Maudoudie sont daube partiallement par le philosophie d'ouest, mais dans l'ecole de secte Deoband, l' ulemas orthodexe sont compris dans la groupe nouvelle de modernisme, ils sont Muhammad Taquie Usmani, le fils de grande clerique du Pakistan Mufti M. Shafi (morte), le fils de grand clerique du Pakistan Dr. Zubair Ashraf Usmani et le fils de son frere Imran Ashraf Usmani. Tous les trois sont desorientes actuellement de le philosophie d'ouest, et qu ils ont islamize les avis infidel de l Economie d' ouest et adopte le systeme ribaiec (d'interet) avec la misconception que c' est le systeme non-ribaiec(sans interet).

l'Al Balagh est une des journaux religieux dans les quelle le publictite de banque est advertise et tous les trois Ulemas sont les hommes consultatif de le banque Al Meezan et du banque Muslim Commercial, tous les deux banques faisent les affairs ribaiec. Recemment le banque Al Meezan a inaugure le programme de l'achats de voitures pour le quel, l'urgent non-ribaie sont servis pour l'acheter et il s' agit de leur insurer aussi, ridiculement il y'a le decree ou fatwa de l'Ulema mentiones, dans la quelle ils ont ecrit de prohibition des affairs de'insurance ce que c'est l'affairs ribaie et infidel ou Haraam ou contre l'islame.

Les influences de Modernisme peut etre observe aux les

Ulema grandes de Deoband, par exemple dans le livre de intrepretation d' Allama Anwar Shah Kachemirie et Faizzul Barie dans la quelle il y'a le criticisme dure au livre Kitabut Tafseere d' Imam Bukharie, et aussi des notes de Mufti Abdur Rasheed, qui lui a ecrit pour un livre "Addaresat".

C' est etonnent que les Ulemas d' Ahlul Hadith secte n'objecten pas sur ce sorte des hommes. Maulana Saleemullah a repondue incertaine de la criticisme d'Anwar Chah Bukharie dans son livre Kacheful Bukharie.

Dans la vue d'Anwar Chah Bukharie, le rang de Quran est tres haute et l'hadith n'egalise pas le Quran. On peut observer facilement ce difference en son livre (Interpretation de Hadith). Il a ecrit que le Prophet ne voulu pas faire ecrire les hadiths parceque le hadith n'egalise pas le Quran. Ici pour la notion moderniste d'Anwar Chah, il y' a un silence.

Le peril real pour l'islam n'est pas les philosophes musulman moderne ou liberal, parceque les gens leur assume les representatifs d' ouest, par exemple, Ghulam Ahmed Pervez, Taha Hussain, Dr. Riffat Hassan, Dr. Fazal ur Rehman et A. A. Faizi. Generallement les gens ne les acceptent jamais comme leur hommes. Mais le situation sera perileux quand les ulemas orthodoxe donneraient ou accepteraient le pensee d' ouest, le robe et base(fundamente) d'islame, car si les Ulemas s'ecartent de le piste actuel, il n y aura pas d' option pour eviter a devenir infidel.

La disposition de discussion, revival, re-intrepretation et penser ou reflechir sur les problemes moderne dans le monde Islamic va augmenter peu a peu. En ce direction l' universite d' Al-Azhar Caire a pris le premiere pas, mais l'Azhar etait dans l'influence de modernisme, et car le soutien du gouvernement ses re-intrepretatiens islamique ont devenus mefiant dans le monde Islamic, et les cleriques musulmans individuellement ou collectivement sont occupes a revivre le religion.

Au Pakistan Maulana Tahir Makkie est un exemple qui est occupe silencement dans les affairs pedagogique Islamque et aussi generallement, ne personne dans le circle de sa genre lui connait. C'est a dire ici que le livre de Uomer Ahmed Usmani qui est imprime en huite volumes est, en verite sont des intrepretations de Tahir Makkie. Il a lu gravement les travails educatif et recherch de savants musulmans et l' histoire Islamique. Il est le combination marveilleux de orthodoxe et modernite. Mais on peux sentir a peu de extreme dans son disposition, a cause de ca, son pense ne est propogate pas en public.

Il a essaye d'amasser les doctorines, et decrees de les Ulemas musulmans selon les directivesd' Al Quran et le sunnah, c'est une essaie marveilleux. Si ses livres seraient traduit en Anglais et Arabie, l'autres Ulemas peuvent les lire et peuvent les connaitre. C'est tres etonnant que tous les livres de recerche Islamique en Francais, Allemagne et Anglais n'ont pas le

reference au Fiqh al Quran.

Les Ulemas Pakistanais ne donnent pas leur revues critique sur ce livre. Une section de ce livre est pour la femme, mais Maulana Deen Qasimi est d' avis que ce section a l'influence et pense d' ouest mais, pour ca le Fiqhul Quran refere a Ibne Haram. Manzour Ahmed Nomani a le donne l' extreme d'importance. Pour quelque raison, Tahir Makki a ecrit le nom de Umer Ahmed Usmani en lieu de son nom sur Fiqhul Quran, le pere de lequel ,le Zafar Ahmed Usmani etait compris dans la groupe de conseil de Deoband. Car ce raison, les Ulemas l' ont pence, a de l'avis orthodoxe, et n' objectent jamais .

C' est le trait especial de Tahir Makki que il refere son opinion aux Quran, Sannah, les attitudes et caractere des companions de prophet Muhammad et les grand cleriques de l' ummat. Son reponses correspondent'a l'ecole ou secte particulier qui lui attaque par question. En adoptant ce policie, il a presente le cas de Rajem.

Inayat Ullah Subhani, le scholair de le parti Islamique de l'ind, et Ameen Ehsan Islahi au Pakistan et Javed Ahmed Ghamidi sont impressiones au Fiqhul Quran beaucoup, et aussi que tous les trois ont pris leur avis de Fiqhul Quran mais hesitent a dire ca.

Le pense de Javed Ahmed Ghamidi est totalement heretique et betisse, il presente la nouvelle defintion de sunnah qui on ne peux pas l' accepter par l'opinion educatif, de l'esprit, et

de logique.

L'autre scholaire de secte Brailie, Monsieur Tahirul Kaderie est aussi un moderniste. Il a proclame le riba (interet) d'economie legale, mais cette justification n'est pas de lui, c'est le notion d'economie de Sir Syed Ahmed Khan. Tahirul Kaderie ne connait pas que le tariffe d'interet au Japon est maintenant devenue le zero.

(Badouika,Oma. *La Vague de Modernisme En Asie*, Le Publication Crepus, Bangui, Republique Centrafricaine,2003. page : 11-15)

ترجمۂ فرانسیسی متن

مغربی فکر اور فلسفے سے متاثر ہونے والوں میں اب راسخ العقیدہ مسلمان اور علماء کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہورہا ہے مصر اس معاملے میں تمام اسلامی ممالک میں سبقت حاصل کرچکا ہے جہاں نیو اسلامسٹ گروپ ''محمد الغزالی'' اور یوسف القرضاوی کی قیادت میں قرآن وسنت کی عجیب وغریب تاویلیں پیش کررہا ہے یہ گروہ قرآن وسنت کا انکار نہیں کرتا لیکن قرآن وسنت کے تمام فیصلوں کو مغربی فلسفے کی کسوٹی پر پرکھ رہا ہے اور مغرب کی Epistemology کو اسلام کی Epistemology سے برتر سمجھتا ہے۔ جدیدیت کا سب سے کم اثر ہندوستان میں رہا تھا علامہ اقبال، محمد علی جوہر، ابوالکلام آزاد، ابوالاعلیٰ مودودی مغربی فکر وفلسفے سے جزوی طور پر متاثر ہوئے لیکن جدیدیت پسندوں کے نئے گروہ میں دیوبندی مکتبہ فکر کے راسخ العقیدہ علماء محمد تقی عثمانی، صاحب زادہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع مرحوم، مفتی اعظم پاکستان رفیع عثمانی کے صاحب زادے ڈاکٹر زبیر اشرف عثمانی اور مفتی اعظم پاکستان کے بھتیجے عمران اشرف عثمانی شامل ہیں۔ یہ تینوں حضرات مغربی فلسفے سے قطعاً ناواقف ہیں لیکن انھوں نے مغرب کے علمِ معاشیات کے کافرانہ خیالات کو اسلامائز کرلیا ہے اور سودی نظام کو غلط فہمی کی بنیاد پر پر غیر سودی نظام سمجھ لیا ہے۔ البلاغ واحد دینی رسالہ ہے جس میں بینک کا اشتہار شائع ہوتا ہے اور یہ تینوں علماء کرام المیزان اور مسلم کمرشل بینک کے مشیر ہیں۔ یہ دونوں بینک سودی کاروبار کرتے ہیں المیزان کی جانب سے حال ہی میں کاروں کی خریداری کے لیے بلاسود قرضے دیے جارہے ہیں اور ان کاروں کا انشورنس کرانا لازمی ہے جب

کہ ان ہی علما کا فتویٰ موجود ہے کہ انشورنس کا کاروبار سودی ہے اور حرام ہے۔

جدیدیت کے اثرات دیوبندی علماء کے اکابرین میں بھی نظر آتے ہیں مثلاً علامہ انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری شرح بخاری میں امام بخاری کی کتاب التفسیر پر سخت تنقیدات اور مفتی عبدالرشید نعمانی کے وہ نوٹس جو انھوں نے ایک کتاب دراسات پر لکھے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اہلِ حدیث علماء نے ان علماء پر کوئی تنقید نہیں لکھی۔ انور شاہ کاشمیری کی تنقید کا گول مول جواب مولانا سلیم اللہ خان نے اپنی شرح بخاری ''کشف البخاری'' میں دیا ہے علامہ انور شاہ نے اپنی شرح میں حدیث کو وہ درجہ نہیں دیا جو قرآن کا ہے اور یہ لکھا ہے کہ حدیث کو رسول اللہ نے اس لیے قلم بند نہیں کرایا تا کہ اس کا درجہ وہ نہ ہو جو قرآن کا ہے لیکن انور شاہ کاشمیری کے اس ماڈرن موقف پر خاموشی ہے۔

عالمِ اسلام کے علماء میں تجدید، اجتہاد اور غور و فکر اور جدید مسائل پر مباحث کی روایت رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے جامعہ ازہر نے اس سلسلے میں پیش قدمی کی لیکن ازہر جدیدیت کے زیر اثر تھا اور حکومت کی سرپرستی کے باعث اس کے اجتہادات عالم اسلام میں مشکوک بن گئے انفرادی سطح پر اور اجتماعی سطح پر علماء کرام تجدید دین کے کاموں میں مصروف عمل ہیں پاکستان میں مولانا طاہر مکی اس سلسلے میں ایک مثال ہیں جو خاموشی کے ساتھ علمی مسائل میں مصروف ہیں اور عموماً انھیں علمی حلقوں میں کوئی نہیں پہچانتا۔ عمر احمد عثمانی کی مرتب کردہ فقہ القرآن آٹھ جلدیں اصلاً طاہر مکی صاحب کے اجتہادات ہیں اسلامی تاریخ اور مسلم فقہاء کے کاموں پر ان کی گہری نظر ہے وہ جدیدیت اور قدامت کا ایک بہترین نمونہ ہیں لیکن ان کے مزاج میں تھوڑا تشدد پایا جاتا ہے جس کے باعث ان کی فکر عام نہیں ہوسکی فقہ القرآن، فقہ کو قرآن سنت اور اکابرین علماء امت کی روشنی میں مرتب کرنے کی یہ کوشش اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے اگر عربی اور انگریزی میں اس کا ترجمہ ہوجائے تو علماء اس کام سے واقف ہوسکتے ہیں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسلام پر شائع ہونے والے انگریزی فرنچ جرمن محققین کی کسی کتاب میں فقہ القرآن کا حوالہ نہیں ملتا پاکستانی علماء نے اس کتاب پر کوئی تنقیدی تبصرہ نہیں کیا اس کے ایک حصے پر جو عورتوں سے متعلق ہے محمد دین قاسمی نے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں اس فکر کو مغرب کا اثر کہا گیا لیکن فقہ القرآن نے اس اجتہاد کے لیے مغرب کے بجائے ابن حزم سے استدلال کیا ہے منظور احمد نعمانی نے اس کتاب کو خاص اہمیت دی ہے۔ ایک حکمت عملی کے تحت طاہر مکی نے فقہ القرآن پر اپنا نام دینے کے بجائے عمر احمد عثمانی کا نام دیا جن کے والد ظفر احمد عثمانی مفتی دیوبند کے مکتب فکر کے اکابرین میں شامل تھے غالباً اسی لیے علماء نے اس فکر کو راسخ العقیدہ فکر سمجھتے ہوئے اعتراضات سے گریز کیا طاہر مکی کی خاص بات یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت تعامل صحابہ اور اکابرین امت کے اقوال سے اپنے موقف کو ثابت کرتے چلے جاتے ہیں ان کے پاس ہر حملے کا جواب حملے کرنے والے مکتب فکر کے

کسی بڑے آدمی کا قول ہوتا ہے۔اس حکمت عملی کے ذریعے انھوں نے رجم کا مسئلہ بھی پیش کیا ہے ہندوستان میں جماعت اسلامی کے مفکر عنایت اللہ سبحانی اور پاکستان میں امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی فقہ القران سے بہت متاثر ہیں۔اور انھوں نے اپنے تمام استدلالات فقہ القرآن سے لیے ہیں لیکن اس کا ذکر نہیں کرتے جاوید احمد غامدی کی فکر گمراہیوں کا ایک دبستان ہے وہ سنت کی ایک نئی تعریف پیش کرتے ہیں جو علمی عقلی اور منطقی سطح پر قابل قبول نہیں۔

ایک اور بریلوی عالم طاہر القادری بھی ماڈرنسٹ ہیں انہوں نے تجارتی سود کو جائز قرار دیا ہے یہ استدلال ان کا نہیں بلکہ سرسید کا ہے انھیں معلوم نہیں کہ جاپان میں سود کی شرح صفر ہوگئی ہے۔

Las tendencias nuevas islamicas

Angelo Romaro Teodora

El trabajar de ensenanza y el resolver islamico en mundo del islam no estan haciendo que en Eqypte solo.

Pero en Paquistan este trabajar esta comenziendo y Umar Ahmed Usmani, Mufti Muhammad Taqui Usmani Ellama Tahirul Kadri, Mufti Pir Karam Shah Azhari y Javed Ahmed Ghamedi son los nuevos mujtejedeen de este pais islamico.

El mufti Taqui Usmsni esta el hombre qui deponio el sistema de las capitalistas conforme, y esta de acuerdo del islam.

Senor Tahirul Kadri declaro este Sistema da conforme capitalistas a islam.

Santo o Pir Karam Shah Azhari declaro los tres veces de Divorce el uno.

El libro de Umar Ahmed Usmani qui se llama "Fiqa el Quran" qui es en ocho volumes esta el enciclopedia del resolver las problemas islamicas o le ijtehad.

(Teodora, Angelo Romara. Las tendencias nuevas islamicas. La publication religiosa moderna. La Plata, Argentina. 2001. pagina 16)

ترجمۂ ہسپانوی متن:

مصر کے سوا پوری دنیا میں علمی اور اجتہادی کام نہیں ہو رہا لیکن پاکستان میں اجتہادی کام اب شروع

E:\Faisal\Khalid\Shah\April\Jadidiyat (Correction)

ہو گیا ہے اور نئے پاکستان مجتہدین میں عمر احمد عثمانی مفتی محمد تقی عثمانی، علامہ طاہر القادری مفتی پیر کرم شاہ از ہری جاوید احمد غامدی سب سے نمایاں ہیں۔ مفتی تقی عثمانی نے سودی نظام کو اسلامی بنانے میں اہم کام کیا ہے۔ طاہر القادری نے تجارتی سود کو جائز قرار دیا جب کہ پیر کرم شاہ از ہری نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہے۔ عمر احمد عثمانی کی کتاب ''فقہ القرآن'' آٹھ جلدوں میں اجتہادات کا قاموس ہے۔

[S. Rama Paul, Islam Dharm mein uttpan Naveentam Aayam. Edwards Publishing House, Paramaribo, Suriname, 2002, pg. 22-24]

ترجمۂ ہندی متن:

ہندوستان میں مسلم جدیدیت کا آغاز اکبر کے زمانے سے ہوا۔ اس کا مذہبی مکتبہ فکر شاہ ولی اللہ کی صورت میں سامنے آیا جو عالم اسلام کے پہلے مفکر ہیں، جنھوں نے تلفیقی المذاہب پر زور دیا اور فقہی تشدد سے مسلمانوں کو بچنے کی ہدایت کی۔ شاہ ولی اللہ حنفی اور اہلحدیث علماء میں پہلے آدمی ہیں جنھوں نے صحیح بخاری پر موطا امام ملک کو ترجیح دی اور موطا کو سب سے افضل کتاب قرار دیا۔

شاہ ولی اللہ کی روایت دو دھاروں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک روایت کے وارث سرسید احمد خان، ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، حمید الدین فراہی، مولانا مودودی وغیرہ تھے اور دوسری روایت احمد دین امرتسری، عبداللہ چکڑالوی، غلام احمد پرویز، امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی میں منتقل ہوگئی۔ تیسری روایت جو مصر اور پاکستان میں دو طریقے سے سامنے آئی پاکستان میں مودودی کی سیاست، مفتی تقی عثمانی کی معیشت جس نے سود کو اسلامی جواز عطا کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد کا علم الکلام جس کے مطابق پورا مغرب مسلمان ہو چکا ہے صرف کلمہ پڑھنے کی کمی واقع رہ گئی ہے۔ طاہر القادری جو تقی عثمانی کی طرح سود کی تاویل کرنے کے بجائے اور اسے اسلامی رنگ دینے کے بجائے تجارتی سود کو حلال قرار دیتے ہیں۔

مصر میں یہ رویات محمد الغزالی اور یوسف قرضاوی کے وسطانیہ گروپ کی صورت میں سامنے آئی جو قرآن وسنت کی نئی تعبیر وتشریح کر کے اس پر اجتہادات کی نئی عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔

اس بحث میں عبیداللہ سندھی کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ان کے افکار کی فکرِ ولی اللہ میں کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ کے مقلدین نے شاہ ولی اللہ کی فکر کو علمی سطح پر آگے بڑھانے کے بجائے اس میں تحریف کا ارتکاب کیا اور شاہ ولی اللہ کے نام پر دین کی ایسی تصویر پیش کی جس کا شاہ

ولی اللہ کے افکار سے ذرا برابر بھی تعلق نہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ مولانا مودودی اور تقی عثمانی نے سیاست اور معیشت کے نام پر جو اجتہادات کیے وہ مغربی فلسفے سے ان کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اس کے نتیجے میں مغرب کا کافرانہ جمہوری نظام اور سودی معیشی نظام کو اسلامی جواز مل گیا۔